ہم تو ناداں تھے ایسے

ثناء ظفر

ہم تو ناداں تھے ایسے

ثناء ظفر

"ارے یہ کون ہے۔" وہ محو مطالعہ تھے اس نے آتے ہی ان کی دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیے۔

"بوجھو تو جانیں۔" اس کی کھنکتی شوخ آواز سماعت سے ٹکرائی تو وہ چونکے۔

"ارے چڑیل تو کب آئی۔" انہوں نے اس کے دونوں ہاتھوں پر ہاتھ پھیر کر اس کا بازو پکڑ کر سامنے کھینچ لیا۔

"جناب! آپ کو ان موٹی موٹی کتابوں سے فرصت ملے تو پتہ چلے ناں کہ کون آیا کون گیا۔" اس نے ان کے ہاتھ میں پکڑی کتاب کی طرف دیکھ کر شکوہ کیا۔

"ارے بھئی، میں تو خود بھی رات ہی شہر سے واپس آیا ہوں۔" انہوں نے صفائی بیان کی۔

"جناب مابدولت بھی صبح ہی تشریف لائیں ہیں۔"

"اچھا بابا، یہ لو، اور اب بتاؤ کہ تم نے خوب انجوائے کیا؟" انہوں نے کتاب ایک طرف رکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہائے زوار لالا کچھ مت پوچھیں میں نے تو بہت انجوائے کیا۔" وہ ایک دم جوش میں کھڑی ہو کر بولی، اس کے چہرے پر بکھرے خوشی کے رنگ دیکھ کر وہ بھی مسکرا دیے۔

"ہوں اوں، تو اس کا مطلب ہے نانو کے ہاں دل لگ گیا تمہارا۔"

"ارے نہیں بابا، نانو کے ہاں کس کم بخت کا دل لگتا ہے بھلا، مجھے تو شہوار ادی کی کمپنی نے بور نہیں ہونے دیا۔"

"شہوار!"

"یہ کون ہیں بھئی۔" ان کی حیرت بجا تھی۔

"ارے آپکو نہیں معلوم۔" اس کی حیرت ان سے بھی دو چند تھی۔

"ارے زوار لالا چھوٹے اکا کی بیٹی شہوار

مکمل ناول

شاہ۔'' اس نے ان کی ناقص معلومات میں اضافہ کیا۔

''چھوٹے اکا کی بیٹی شہوار شاہ۔'' وہ بڑبڑائے۔

''لیکن بھئی میری معلومات کے مطابق تو چھوٹے اکا کراچی میں ہوتے ہیں اور تم تو لاہور گئیں تھیں۔''

''جناب! آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ دو سال پہلے ان کا ٹرانسفر لاہور ہو گیا تھا اور آج کل وہ اپنی بیٹی کے ساتھ لاہور میں ہی قیام پذیر ہیں۔''

''اچھا جی اطلاع کا شکریہ۔''

''سچ زوار لالا! شہوار ادی اتنی اچھی ہیں اتنی اچھی ہیں کہ آپ کو کیا بتاؤں۔''

''ہائے چچی سے میرا تو دل ہی نہیں چاہ رہا تھا آنے کو لیکن بابا جا کر لے آئے۔''

''یہ تو بہت برا ہوا۔'' انہوں نے دل کھول کر اظہار افسوس کیا لیکن ان کے ہونٹوں پر پھسلتی شرارتی مسکراہٹ اس کی معصومیت کی نذر ہو گئی۔

''تو اور کیا۔'' اس نے برا سا منہ بنایا۔

''اچھا تو جو یہاں ویرانی پھیلا کر گئیں تھیں محترمہ وہ۔'' اس کے انداز پر انہیں ایک دم ہی غصہ آیا۔

''ہائے زوار لالا میں آپ کو کیسے بتاؤں کہ مجھے کتنا مزا آیا۔'' وہ ان کے شکوے کو نظر انداز کرتی عالم جوش میں بولی۔

''تو مت بتاؤ۔''

''ارے واہ تو پھر کیسے بتاؤں۔'' وہ ان کے سامنے آ کر غصے سے بولی۔

''ارے بابا تم تو لڑنے لگیں۔''

''تو پھر آپ سنیں ناں۔''

''اچھا بھئی سناؤ۔'' انہوں نے سر تھاما تو وہ جو ان کے سامنے بیٹھ گئی تھی جوش میں آ کر پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''ہائے اللہ آپ کو کیا بتاؤں شہوار ادی کتنی خوبصورت ہیں اتنی اتنی کہ بس کیا کہنے۔''

''تم سے بھی زیادہ۔''

''ارے زوار لالا کیسا غضب کر رہے ہیں میں تو ان کے سامنے کچھ بھی نہیں اور ہاں آپ کو پتہ ہے وہ میڈیکل کے فائنل ائیر میں ہیں اور پتہ ہے وہ بھی اتی اتی موٹی کتابیں ہر وقت پڑھتی رہتی ہیں۔'' اس نے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر کتابوں کی موٹائی ناپی۔

''ارے بھئی مجھے کیسے پتہ ہو سکتا ہے میں تو ان کے نام سے ہی پہلی بار واقف ہوا ہوں۔''

''ارے زوار لالا کیوں جھوٹ بول رہے ہیں آپ وہ تو آپ کو بہت اچھی طرح جانتی ہیں۔''

''کیا مجھے؟'' انہیں خاصی حیرت ہوئی۔

''جی جناب!''

''لیکن یہ کیسے ممکن ہے بھئی۔''

''آہ چ۔'' اس نے سرد آہ کھینچی۔

''آئے ہائے یہ زمانہ ہی ایسا ہے چوٹ دینے والا چوٹ دے کر بھول جاتا ہے لیکن جسے لگتی ہے وہ کبھی نہیں بھولتا میرے بھائی۔'' اس نے چہرے پر اچھی خاصی سنجیدگی طاری کرتے انہیں جتایا تو ان کی آنکھیں حیرت سے ابل پڑیں کہ شازمہ شاہ اور سمجھداری بالکل ایک دوسرے کے خلاف چیزیں تھیں وہ جیسے بے ہوش ہونے کو تھے جب کہ وہ اپنی رو میں بولتی چلی گئی۔

''پتہ ہے میں اکثر ان کے سامنے آپ کی باتیں کرتی رہتی تھی اور وہ چپ چاپ سنے جاتیں لیکن صاف لگتا تھا کہ انہیں یہ موضوع پسند نہیں، لیکن اس کے باوجود میں اکثر آپ کا ذکر لے بیٹھتی لیکن آخر کب تک، آخر ایک دن اس کا پیمانہ صبر لبریز ہو ہی گیا، جانتے ہیں انہوں نے کیا کہا۔''

''نہیں مجھے نہیں معلوم۔'' وہ پھر مسکرائے۔

''اچھا تو میں آپ کو بتاتی ہوں۔'' وہ ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے معصومیت سے بولی تو انہیں اس کی معصومیت پر ہنسی آ گئی، وہ فوراً برا مان گئی۔

''آپ کیوں ہنسے۔''

''کچھ نہیں، تم بتاؤ۔''

''اچھا سنیں۔'' وہ ان کے سامنے ٹیبل پر دونوں ٹانگیں اوپر کر کے بیٹھ گئی۔

''وہ کہہ رہیں تھیں۔'' وہ سوچنے کے انداز میں گویا ہوئی۔

''میں جانتی ہوں تمہارے بھائی کو اچھی طرح سے۔''

''کیا؟'' وہ چیخی۔

''آپ سچ کہہ رہیں ہیں ادی۔'' وہ ایک دم متجسس ہوئی۔

''نہیں میں نے تو ایسے ہی کہہ دیا۔''

''نہیں آپ چھپا رہی ہیں، بتائیں ناں۔'' وہ ان کی منتوں پر اتر آئی۔

''نہیں چھوڑو بہت پرانی بات ہے یہ تو۔''

''لیکن لالہ میں نے بھی ان کا پیچھا اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک انہوں نے بتا نہیں دیا۔''

''اچھا بابا کیا بتایا انہوں نے۔'' وہ زچ سے بولے۔

''انہوں نے بتایا کہ وہ بہت بچپن میں یہاں آئیں تھیں اکا اور چچی کے ساتھ ابھی انہیں آئے ہوئے چند دن ہی ہوئے تھے کہ آپ دونوں کا جھگڑا ہو گیا۔''

''کس بات پر؟'' وہ حیران تھے کیونکہ جھگڑا اور زوار شاہ دو مختلف مزاج تھے۔

''یہ تو انہیں بھی یاد نہیں۔''

''انہیں تو بس اتنا ہی یاد ہے کہ آپ بہت غصے میں، اتنے کہ آپ نے غصے میں ان کے بہت خوبصورت بال کاٹ دیئے تھے، پھر وہ اتنا روئیں اتنا روئیں کہ اکا اور چچی کو ان کی ضد کی وجہ

سے اسی وقت واپس جانا پڑا۔''
''واقعی۔'' انہیں خاصی حیرت ہوئی تھی۔
''یقین تو مجھے بھی نہیں آیا تھا۔''
''زوار لالہ کی آپ واقع ہی ایسے ہوتے تھے۔'' لیکن وہ تو کسی اور ہی سوچ میں مبتلا تھے اس لئے جواب نہ دیا۔
''ہیلو۔'' اس نے ان کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا تو وہ چونکے۔
''ہاں۔''
''کہاں ہیں۔''
''یہی ہوں۔''
''لگتا تو نہیں۔''
''بھئی میں سوچ رہا تھا کیا واقع میں نے ایسی حرکت کی تھی۔''
''ظاہر ہے وہ جھوٹ تو نہیں بولتی، ویسے آپ پریشان نہ ہوں ان کے بال تو پھر بھی کمر سے بہت نیچے تک جاتے ہیں کالے گھنے گھٹاؤں جیسے بال۔''
''کیا تمہارے بالوں سے بھی لمبے؟''
''اے آپ میرا مقابلہ کیوں ان کے ساتھ کر رہے ہیں میں تو ان کے ساتھ کھڑی ہوئی ذرا بھی اچھی لگتی۔'' وہ ٹیبل سے چھلانگ مار کر اتری تھی۔
''خیر اب ایسی بات بھی نہ کرو۔'' وہ اس کے قریب چلا آیا۔
''میری بہن تو لاکھوں میں ایک ہے۔'' انہوں نے اس کے شانوں پر بازوں رکھتے ہوئے بہت محبت سے کہا۔
''آپ کی بہن ہوں ناں اس لئے کہہ رہے ہیں۔''
''کیوں، میں نے کہا کہ میری بہنا خوبصورت نہیں۔'' انہوں نے نرم سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔
''نہیں یہ بات نہیں ہے۔'' اس نے ان کے بازوں ہٹائے۔
''اصل میں آپ نے شہوار ادی کو دیکھا نہیں ناں اس لئے آپ کو انداز نہیں ہے، اگر آپ ایک بار انہیں دیکھ لیں ناں تو بس دیکھتے ہی رہ جائیں گے۔''
''خوبصورتی کا شاہکار لیکن غرور نام کو بھی نہیں، خاموش خاموش سی شہوار ادی پیاری پیاری باتیں کرتی ہوئی بہت اچھی لگتی ہیں۔''
''یہ کیا بات ہوئی، خاموش خاموش اور پیاری پیاری باتیں کرتی ہوئی۔'' انہوں دانستہ اسے چڑایا۔
''بات یہ ہوئی جناب کہ شہوار ادی بہت کم گو ہیں، ان کا زیادہ وقت پڑھنے میں ہی گزرتا ہے، لیکن جب بولتیں ہیں تو اتنی اچھی باتیں کرتیں ہے کہ دل کرتا ہے سنتے ہی جاؤ۔''
''ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔''
''وہ کیا؟''
''وہ یہ کہ تم کہتی ہو وہ زیادہ بولتی نہیں زیادہ تر پڑھتی ہے بقول تمہارے اتی اتی موٹی کتابیں۔'' انہوں نے اس کے انداز پر کتابوں کی موٹائی ناپی۔
''جی ہاں۔''
''اور تم یہ بھی کہتی ہو کہ تم بور نہیں ہوتیں آنے کو دل بھی نہیں چاہ رہا تھا۔''
''بالکل۔''
''اور یہ میرے لئے خاصی حیران کن بات ہے۔''
''کیوں؟'' اس کے لہجے میں بھی حیرت در آئی۔
''ارے بھئی تم تو میرے پیچھے پڑی رہتی ہو کہ میں بولتا کم ہوں پڑھتا زیادہ ہوں تمہیں بہت بور کرتا ہوں وغیرہ وغیرہ، پھر یہ کیا ماجرہ ہے۔'' انہوں نے آخر میں رازدارانہ انداز اپنایا۔
''ارے زوار لالہ میں آپ کو راز کی بات بتاؤں۔''
''پتہ ہے کیا؟''
''نہیں۔'' انہوں نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔
''سنیں ناں پتہ ہے، شہوار ادی نے مجھے اتنے ڈھیر سارے ناول ڈائجسٹ میگزین اور پتہ نہیں کیا کیا لا کر دیئے تھے میں نے وہ سب پڑھ ڈالے اور پھر وہاں کیبل بھی تو تھی، اتنی ڈھیر ساری فلمیں دیکھیں میں نے وہاں۔''
''او، آئی سی تو یہ کام ہوتا رہا ہے وہاں، میں بھی کہوں کہ آخر یہ شہوار صاحبہ نے ایسا کیا جادو گھول کر پلا دیا ہے جو اتنی تعریفیں ہو رہی ہیں ان کی، تو یہ کام کرتی رہی ہیں تم دونوں مل کر۔''
''کیا؟ کیا؟ مطلب کیا ہے آپ کا؟ کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟'' وہ ایک دم خونخوار بلی کی طرح لڑنے مرنے پر تیار ہوگئی۔
''ن...... نہیں...... نہیں...... مم...... میرا تت...... تو کوئی مطلب نہیں...... نہیں تھا۔'' انہوں نے گھبرانے کی بھرپور ایکٹنگ کی تھی۔
''نہیں، آپ کہنا یہ چاہ رہے ہیں کہ شہوار ادی نے بھی میرے ساتھ فلمیں دیکھیں ناول پڑھے۔''
''ظاہر ہے بھئی۔'' وہ ابھی تک گھبراہٹ کا مظاہرہ کر رہے تھے، اس لئے ڈرتے ڈرتے بولے۔
''کیا؟'' وہ غصے سے چلا کر ان پر جھپٹی تو وہ اچھل کر پیچھے ہٹے تھے۔
''ن...... نہیں...... نہیں۔''
''دیکھئے زوار لالہ میں شہوار ادی کے خلاف ایک بات بھی نہیں سن سکتی سمجھے آپ۔''
''ارے واہ، میں نے کون سی ایسی بات کہہ دی ہے۔''
''آہا...... بابا...... ابھی کچھ کہا نہیں آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ شہوار ادی نا تو فلمیں دیکھتی ہیں اور نا ہی یہ فضول قسم کے ناول اور ڈائجسٹ وغیرہ پڑھتی ہیں۔''
''تو پھر کیا کرتیں ہیں تمہاری یہ شہوار ادی۔'' انہوں نے ایک ایک لفظ کو چبا چبا کر پوچھا۔
''وہ معلوماتی کتابیں پڑھتی ہیں، ڈاکمنٹری فلمیں دیکھتی ہیں کرنٹ افیئرز سنتی ہیں، میرے تو خاک پلے نہیں پڑتا جو کچھ وہ دیکھتی اور سنتی ہیں۔''
''اچھا بابا اچھا اب میری جان چھوڑ بھی دو۔'' انہوں نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔
''اچھا کیا یاد کریں گے آپ بھی میں جا رہی ہوں۔''
''کہاں۔''
''اپنی سہیلیوں سکھیوں سے ملنے انہیں بھی شہوار ادی کے بارے بتاؤں گی وہ مجھے بڑا خوبصورت سمجھتی ہیں ناں اب دیکھنا کتنا حیران ہوں گی سب۔''
''اچھا بابا جاؤ مجھے بخشو۔'' ان کے انداز پر وہ منہ بسورے دروازے کی طرف بڑھ گئی لیکن دو قدم پر ہی ایک دم پلٹ آئی۔
''میں آپ کو ایک بات بتانا تو بھول ہی گئی۔''
''اب کون سی بات رہ گئی۔'' وہ اکتائے ہوئے انداز میں بولے۔
''پتہ ہے لالہ وہ شاعری بھی کرتیں ہیں۔'' وہ پھر ان کے سامنے بیٹھ گئی۔
''کیا شاعری۔'' اسے واقعی تعجب ہوا۔
''ہاں۔'' اس نے پرزور انداز میں اثبات میں سر ہلایا۔
''ڈاکٹری اور شاعری؟''
''کیا مطلب ہے کیا آپ ڈاکٹر نہیں ہیں، آپ بھی تو مصور ہیں، پھر یہ دوائیوں کی رنگ ایک ساتھ کیسے۔''
''بھئی ہم تو مصوری کرتے ہیں ناں، ہم تو آرٹسٹ بندے ہیں۔'' انہوں نے شان تفاخر سے کہا۔

''ارے واہ، وہ بھی شاعری کرتی ہیں شاعری، آپ تو خواہ مخواہ کاغذ رنگوں سے بھرتے رہتے ہیں رنگوں کا بھی خانہ خراب اور کاغذ کا بھی بیڑا غرق۔''

''کیا......؟ کیا ......؟ کیا؟ میں رنگوں کا خانہ خراب کرتا ہوں۔'' وہ ان کے تیور دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''ہاں۔''

''کیا میں کاغذ کا بیڑا غرق کرتا ہوں۔'' وہ آنکھیں نکالتے غصے سے اس کی جانب بڑھے۔

''وہاں آنا۔'' وہ اطمینان سے بولی۔

''شازمہ کی بچی میں تیری جان نکال دوں گا۔'' انہوں نے گردن دبوچنے کے انداز میں دونوں ہاتھ اس کی طرف بڑھائے۔

''ارے واہ ہاتھ تو لگا کر دیکھائیں اماں بی سے شکایت نہ کی تو میرا نام شازمہ نہیں۔''

''تم......تم ایک نمبر کی غدار ہو۔''

''وہاں سے کیا ہو آتی بھائی کے بالکل خلاف ہو گئی ہو۔''

''ارے نہیں زوار لالہ آپ تو خواہ مخواہ ناراض ہو رہے ہیں۔'' اس نے خوش آمدانہ انداز اپنایا۔

''آپ تو میرے اتنے اچھے بھائی ہیں، میں بھلا آپ کے خلاف ہو سکتی ہوں، وہ تو بس یونہی کہہ دیا میں نے، اصل میں، میں مجھے شہوار ادی اتنی اچھی لگیں ہیں کہ میں ان کے خلاف کوئی بات نہیں سن سکتی۔''

''اچھا، اگر وہ اتنی ہی اچھی تھیں تو تم انہیں ساتھ ہی کیوں نہ لے آئیں۔''

''لے تو آتی لیکن ان کے فائنل ایگزامز ہونے والے تھے اس لئے وہ مصروف تھیں، لیکن میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ایگزامز کے بعد ضرور آئیں گی۔''

''آ جائیں گی؟'' انہوں نے بے یقینی سے پوچھا۔

''کیوں نہ آئیں گی۔''

''بھئی ابھی تم خود ہی تو کہہ رہی تھیں کہ وہ ہم سے ناراض ہیں۔''

''ہم سے نہیں صرف آپ سے۔''

''اچھا اچھا، تو پھر ٹھیک ہے تم جاؤ اب۔''

''زوار لالا۔'' اس نے منت بھرے انداز میں انہیں پکارا جو کہ ایک بار پھر اپنی کتاب میں گم ہو چکے تھے۔

''ہوں۔''

''آپ میرا ایک کام کریں گے؟''

''ہاں بولو۔''

''مجھے کافی سارے خط کے لفافے لا دیں۔''

''ہیں وہ کیوں؟'' وہ حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

''بھئی میں شہوار ادی کو خط لکھا کروں گی اور آپ پوسٹ کر دیا کریں گے۔''

''تو بھئی تم فون پر بات کر لیا کرو۔''

''فون پر بھی بات نہیں ہو سکتی بی اماں سے ڈانٹ پڑے گی۔''

''اور خط لکھنے کی بابت اگر بی اماں کو پتہ چل گیا ناں تو تمہارے ہاتھ بھی توڑ دیں گی جن سے خط لکھو گی۔''

''ارے واہ کیوں توڑیں گی میں کسی کو تو نہیں اپنی ادی کو ہی خط لکھوں گی ناں۔''

''تو کیا ان کے اتنا ٹائم ہو گا کہ تمہارے خط کا جواب دیں، وہ تو تمہیں فون پر ہی ٹرخا دیا کریں گی، ہاں شازمہ تمہارا خط مل گیا بہت شکریہ۔'' انہوں نے حلق سے نسوانی آواز نکال کر اسے جتایا۔

''جی نہیں وہ ایسا نہیں کریں گی بس آپ مجھے خط کے لفافے لا دیں۔'' وہ ٹھنک کر بولی۔

''اچھا بابا لا دوں گا لا دوں گا اب تو جاؤ۔''

''اچھا میں جا رہی ہوں، اماں بی سے کہیے گا میں رانو کے گھر جا رہی ہوں۔'' وہ جلاتی ہوئی چلی گئی۔

''آہ......ہا......ہا۔'' وہ ہنس دیئے اپنی اس معصوم اور بھولی بھالی بہن سے انہیں محبت تھیں کہ وہ واقعی بہت پیاری تھی چاہے جانے اور پیار کرنے کے قابل اس کی چہچہاہٹ اور کلیوں کی سی چٹکتی ہنسی انہیں بے حد عزیز تھی، اس کی معصوم شرارتوں سے ہی اس حویلی کے در و بام مسکراتے تھے اور اسی کے دم سے اس آنگن میں رونق تھی۔

''ارے شانو نیچے آ جاؤ وہ دیکھو کوئی آ رہا ہے۔'' نیچے کھڑی بہت سی لڑکیوں میں سے ایک نے امرود کے درخت پر چڑھی شازمہ کو کسی کے آنے کی اطلاع دی۔

''کون آ رہا ہے؟'' وہ وہی سے چلائی۔

''فضل چاچا۔''

''فضل چاچا ہی آ رہا ہے ناں کوئی قیامت تو نہیں آ رہی۔''

''شانو اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔''

''آنے دو تمہیں کھا تو نہیں جائے گا۔''

''تجھے ڈر نہیں لگتا لیکن ہمیں بہت ڈر لگتا ہے، ہم تو جا رہے ہیں۔'' لڑکیوں نے کہا اور وہاں سے بھاگ گئیں۔

''اے لڑکیوں ٹھہرو ابھی پوچھتا ہوں تم سب کو۔''

بوڑھا فضل ہانک لگاتا ہوا ان کے پیچھے بھاگا تھا لیکن گاؤں کی نوخیز الہڑ مٹیاریں کہاں اس کے ہاتھ آنے والی تھیں، وہ اس درخت کے نیچے آ گیا جس پر چڑھی شازمہ ابھی تک امرود توڑنے میں مصروف تھی۔

''اچھا تو ابھی اوپر کوئی ہے۔'' اس نے اوپر دیکھتے ہوئے کہا تو وہ احتیاط سے دوپٹہ سنبھالتی نیچے آ گئی۔

''سلام چاچا۔''

''اچھا شانو، آ گئی تو، میں بھی کہوں ان سب کی ہمت کیسے ہوئی باغ میں قدم رکھنے کی۔''

''آ گئی۔ ہے تو پھر مجھے تنگ کرنے۔''

''ارے چاچا! میں نے سوچا میرا چاچا چارپائی پر بیٹھا بیٹھا کہیں پھیل ہی نہ گیا ہو، سچ پوچھ تو میں تیری خاطر ہی آئی ہوں، میرا خیال تھا کہ تمہیں تو ورزش کرنا بھول ہی نہ گیا ہو۔'' اس نے دونوں ہاتھوں میں پکڑے امرودوں کو باری باری کھا کر مسلسل منہ چلاتے ہوئے فضل چاچا کو زچ کیا۔

''دیکھ شانو تو اپنی حرکتوں سے باز آ جا ورنہ میں تیرے بابا سے شکیت (شکایت) کروں گا۔''

''ہاں اور تو کر بھی کیا سکتا ہے، تو، تو یہی چاہتا ہے شانو تجھے کبھی نظر نہ آئے، دو امرود کیا توڑ لئے تیری جان پر بن آئی ہے، چلا ہے بابا سے شکایت کرنے۔''

''دیکھو شانو میرا یہ مطبل (مطلب) نہیں تھا میں تو تجھے سمجھا رہا تھا کہ چوری کرنا بری بات ہے تو اب بچی نہیں بڑی ہو گئی ہے۔''

''نہیں......نہیں مجھے پتا ہے تو، تو چاہتا بھی یہی ہے کہ میں مر جاؤں ورنہ ایسے تو شانو میرا پیچھا چھوڑنے والی نہیں۔'' وہ منہ بسورتے بولی اتنے میں ایک اجنبی ان کے قریب چلا آیا۔

''کیا بات ہے فضل چاچا۔''

''چل جا اب تو گھر جا۔'' چاچا نے اجنبی پر نظر ڈال کر اسے جلدی جلدی گھر جانے کو کہا۔

''جا رہی ہوں، پر دیکھ اگر بابا سے شکایت لگائی نا تو یاد رکھنا شانو سے برا کوئی نہ ہو گا، ہاں۔''

''اچھا اچھا اب تو گھر جا۔'' اس پر جمی اجنبی کی نظروں سے خائف چاچا کو جیسے بہت جلدی تھی۔

''کون تھی یہ چاچا؟'' وہ اس پر اچٹتی نظر

ڈال کر آگے بڑھ گئی تو وہ پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

''ایسے ہی پاگل ہے، جینا حرام کر رکھا ہے ان لڑکیوں نے تو میرا۔'' چاچا نے ایسے ہی مکھی اڑانے کے انداز میں ہاتھ مار کر بات ٹالتے ہوئے کہا۔

''ہائے شانو تو بچ کر آ گئی۔'' لڑکیوں کے جھرمٹ میں سے اسے دیکھتے ہی ایک لڑکی پکاری۔

''تو تمہارا کیا خیال تھا چاچا مجھے چبا جائے گا۔''

''تم سب بے حد خود غرض ہو امرود کھانے کے لئے تم آگے آگے اور ڈانٹ کھانے کے لئے میں۔'' وہ ندی کے کنارے بیٹھتے ہوئے گہرے ملال سے بولی، سب لڑکیوں نے اپنے اپنے دوپٹوں میں اس کے توڑے امرود بھر رکھے تھے۔

''شانو تجھے ڈر نہیں لگتا مگر ہمیں بہت ڈر لگتا ہے۔''

''آہا، اگر تمہاری جگہ رانو ہوتی ناں تو کبھی بھی مجھے یوں چھوڑ کر نہ بھاگتی۔''

''تو لے آتی ناں اسے آئی کیوں نہیں وہ۔'' ایک سڑیل لڑکی تپ کر بولی۔

''آ جائے گی تو کیوں جلتی ہے، میں پہلے اس کے گھر ہی گئی تھی، وہ اپنے مامے کے گھر گئی ہوئی ہے پر دیکھنا جیسے ہی اسے میرے آنے کا پتہ چلے گا بھاگی چلی آئے گی۔''

''ہاں شانو، رانو واقعی تجھ سے بہت پیار کرتی ہے جب تو گئی ہوئی تھی ناں تو وہ تجھے بڑا یاد کرتی تھی اور پتہ ہے ہمارے ساتھ باہر بھی نہیں آتی تھی۔'' ایک دوسری لڑکی نے رانو کی محبت کی گواہی دی۔

''میں بھی تو اسے بڑا یاد کرتی تھی۔'' وہ بولی تو اداسی اس کے لہجے سے عیاں تھی وہ اٹھی اور ندی کے کنارے کنارے چلنے لگی۔

''شانو!'' رانو کی پکار پر اس کے کانوں سے ٹکرائی تو اس نے بے اختیار آواز کی سمت دیکھا تو رانو بھاگتی ہوئی چلی آ رہی تھی اور آتے ہی اس کے گلے لگ گئی۔

''شانو تو سچ مچ آ گئی؟'' رانو نے اسے دیکھتے ہوئے کہا اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔

''کیوں یقین نہیں آتا کیا؟'' شانو نے بھیگی آواز میں پوچھا تو رانو ایک دفعہ پھر اس کے گلے لگ گئی اس کے آنسو ایک تواتر سے بہنے لگے تھے۔

''ارے پاگل ہو گئی ہے رانو! میں مر تو نہیں گئی جو اس طرح آنسو بہا رہی ہے۔'' اس کے لئے رانو کا رونا ناقابل برداشت تھا وہ زیادہ دیر تک اس کے آنسو نہیں دیکھ سکتی تھی اس لئے اسے چپ کرانے کے لئے کہا، جب کہ خود اس نے چپکے سے اپنے آنسو پونچھے تھے۔

''ہاہ، خدا نہ کرے شانو تیری جگہ میں نہ مر جاؤں۔'' رانو نے ایک دم اسے کندھوں سے تھام کر خود سے علیحدہ کیا۔

''پھر یہ رونا دھونا بند کر، میں تو تیرے لئے اتنی ڈھیر ساری باتیں اکٹھی کر کے لائی ہوں اور تو مجھے رو رو کر دکھا رہی ہے۔''

''میں خود تھوڑا رو رہی ہوں، یہ تو خوشی کے آنسو ہیں جو تجھے دیکھ کر خود ہی بہے جا رہے ہیں، پتہ ہے مجھے جیسے ہی لالا نے جا کر تیرے آنے کا بتایا میں ایک منٹ نہیں ٹھہری وہاں مامی مجھے روکتی رہ گئی لیکن میں نے ایک نہیں سنی اس کی۔''

''جانتی ہوں سب تو یہ بتا، تیرا وہ کیسا ہے؟''

''کون جان محمد؟''

''ہاں وہی لمبوترا۔''

''ٹھیک ہے۔'' اس نے منہ بسورتے ہوئے بیزار سے لہجے میں کہا۔

''یہ کیا بات ہوئی ''ٹھیک ہے۔'' اس نے رانو کی نقل اتارتے ہوئے منہ بگاڑا۔

''اس طرح منہ کیوں بسور رہی ہے۔''

''ادھر بیٹھ میں تجھے بتاتی ہوں۔'' اس نے شانو کا ہاتھ تھام کر ندی کے کنارے بیٹھتے ہوئے کہا۔

''چلو بھئی اب ہماری تو ہوئی چھٹی یہ دونوں سہیلیاں اب مل بیٹھی ہیں تو اب ہمارا کیا کام یہاں ہم چلیں اپنے اپنے گھروں کو۔''

''ہاں آں تجھے تو بڑی جلدی ہے گھر جانے کی تیرے سسرالی جو آئے بیٹھے ہوں گے وہاں۔'' منہ پھٹ شازمہ نے غصے میں فوراً اس لڑکی کو لتاڑا۔

''حق ہاہ شانو میں نے یہ تو نہیں تو، تو خواہ مخواہ غصے ہو جاتی ہے۔''

''بھئی جو بھی ہے شانو تو غصے میں بھی اچھی لگتی ہے۔'' ایک دوسری لڑکی نے خوشامدانہ انداز اپنایا۔

''آخر شاہوں کی بیٹی ہے۔'' تیسری آواز ابھری۔

''اور شاہ بھی وہ جو اس پنڈ کے رئیس اور مالک ہیں۔'' سب نے ہی اپنی اپنی رائے کا اظہار ضرور سمجھا جو شازمہ شاہ کو اندر تک سلگا گیا۔

''دیکھو دیکھو مجھے تم یہ رئیس اور مالک ہونے کا طعنہ مت دیا کرو میں نے تم میں اور اپنے آپ میں کبھی کوئی فرق نہیں سمجھا۔'' وہ غصے سے بولتے بولتے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''اچھا اچھا شانو بیٹھ جا، ہر وقت لڑنے کے لئے تیار رہتی ہے ذرا بھی نہیں بدلی تو، چل اب بیٹھ بھی جا اور مجھے بتا تیرے دن کیسے گزرے وہاں۔'' رانو نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر بٹھاتے ہوئے کہا۔

''تو پھر تو انہیں منع کر آئندہ ایسا کہا تو مجھ سے برا کوئی نا ہو گا۔''

''اچھا بابا اب نہیں کہیں گے ہمیں معاف کر دو۔'' سب لڑکیوں نے یک زبان کہا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے؟'' ایک اجنبی گرجدار آواز پر اوپر سے پھینکے گئے امرود اٹھانے میں مصروف لڑکیاں چونک کر سیدھی ہوئیں تو قریب ہی شاہانہ انداز میں کھڑے شخص کو دیکھ کر فوراً بھاگ نکلیں، لیکن رانو وہیں کھڑی رہی تو وہ اس کے قریب چلا آیا۔

''یہ کیا ہو رہا تھا؟''

''وہ...... وہ۔'' وہ ہاتھ مسلتے ہوئے اوپر دیکھنے لگی۔

''کک...... کچھ نہیں۔'' حد درجہ گھبرائے ہوئے لہجے میں بولی، وہ کبھی اوپر تو کبھی اس شخص کی طرف دیکھتی۔

''اوں تو اوپر بھی کوئی ہے۔'' اس نے گردن اٹھا کر اوپر دیکھا تو اگلے ہی لمحے شانو نے نیچے چھلانگ لگائی اور اس پر گرتے گرتے بچی، رانو جو بری طرح گھبرائی ہوئی تھی کبھی شانو تو کبھی اس کی طرف دیکھتی، اس نے اپنے دوپٹے میں سے گرے امرود سنبھالے اور اٹھ کھڑی ہوئی، بے نیاز سے انداز میں رانو کا ہاتھ تھاما ''چل رانو'' اس کا لاپرواہ انداز ایسا تھا جیسے یہاں ان دونوں کے علاوہ تیسرا کوئی موجود نہ ہو، رانو جو پہلے ہی گھبرائی ہوئی تھی فوراً ہی اس کی ہمراہی میں قدم بڑھا دیئے۔

''ٹھہرو۔'' تحکمانہ آواز پر اس کے بڑھتے قدم رک گئے، وہ چند قدم بڑھا کر ان کے سامنے چلا آیا۔

''آپ نے ہم سے کچھ کہا؟'' انتہائی معصومیت سے سوال کیا گیا۔

''میں نے پوچھا ہے کہ یہ کیا ہو رہا تھا۔'' اس کا لہجہ سخت تھا۔

اس نے ایک ہاتھ دوپٹے میں ڈالے امرود پکڑ رکھے تھے اور دائیں ہاتھ میں تھامے ایک امرود کو مسلسل کاٹ کاٹ کر کھا رہی تھی۔

''یہ؟'' اس نے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا اور مسکرا دی۔

''آپ کو نظر نہیں آتا کیا؟''

''کیا مطلب؟'' وہ ایک دم تلملا گیا کہ اس نے براہِ راست اس کی خوبصورت آنکھوں پر چوٹ کی تھی۔

''مطلب یہ کہ محترم کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم امرود کھا رہے ہیں۔'' اس نے تفاخرانہ انداز اپنایا۔

''جی ہاں چوری کے۔'' اس نے طنزیہ کہا۔

''جی بالکل نہیں، پیڑ کے۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا البتہ رانو مسکرا دی۔

''ایک تو آپ نے میرے سامنے چوری کی......''

''جی، چوری اور آپ کے سامنے۔'' اس نے بات درمیان میں سے ہی اچک لی۔

''یہ کیا بات ہوئی، چوری کی اور آپ کے سامنے چوری بھی بھلا کوئی کسی کے سامنے کرتا ہے؟'' اس نے رانو کی طرف تائید طلب انداز میں دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے بھی فوراً سر ہلا دیا۔

''دیکھیے محترمہ ایک تو آپ نے چوری کی ہے اور پھر آپ بات ہی گول کر رہی ہیں۔''

''جی ہاں، کی ہے چوری آپ کو کوئی اعتراض ہے۔'' اسے بھی غصہ آ گیا۔

''آپ شاید مجھے جانتی نہیں ہیں۔'' اچانک ہی جون بدل کر مصالحانہ انداز میں بولا لیکن اب وہ پٹڑی سے اتر چکی تھی۔

''اور شاید آپ بھی مجھے نہیں جانتے۔'' وہ غصے سے تیز آواز میں بولی۔

''کسی بڑے گھر کی بگڑی ہوئی رئیس زادی لگی ہیں ورنہ کسی عام انسان کو مجھ سے اس طرح بات کرنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔'' اس نے سر سے پاؤں تک اس کا بغور جائزہ لیتے ہوئے طنزیہ کہا۔

''آ......آپ......آپ نے مجھے بگڑی ہوئی رئیس زادی کہا۔'' غصے میں اس کی آواز کانپ گئی۔

''یقیناً آپ قوتِ سماعت سے محروم نہیں ہیں۔'' اب اس کا انداز تمسخرانہ تھا۔

''چل شانو چھوڑ چل گھر چلیں۔'' رانو نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ جب اسے غصہ آتا ہے تو وہ کسی کا لحاظ نہیں کرتی، وہ اس کی رگ رگ سے واقف تھی۔

''دیکھیے آپ اپنی حد میں رہیں تو زیادہ بہتر ہے۔'' اس نے شعلہ بار نگاہوں سے دیکھتے ہوئے انگلی اٹھا کر اسے تنبیہ کی۔

''شانو چل ناں۔'' اس نے اسے کھینچتے ہوئے بیچارگی سے کہا۔

''تو نے سنا نہیں اس نے مجھے بگڑی ہوئی رئیس زادی کہا ہے۔'' وہ اس پر بھی الٹ پڑی اور جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑایا۔

''چھوڑ پرے دفع کر چل گھر چلیں۔''

''نہیں جاؤں گی، پہلے اس سے کہو معافی مانگے۔''

''ارے واہ، الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔'' وہ تڑپ کر بولا البتہ اب اس کے انداز بدل چکے تھے۔

''دیکھیے آپ جو کوئی بھی ہیں، میرے ساتھ الجھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ورنہ یاد رکھنا میں نے کبھی کسی کا لحاظ نہیں کیا۔''

''جی ہاں، نظر آ رہا ہے۔'' اس نے ہونٹوں پر دلفریب مسکراہٹ سجاتے ہوئے کہا وہ اب دونوں ہاتھ سینے پر باندھے درخت سے ٹیک لگائے دلچسپ و شرارتی نظریں اس پر جمائے کھڑا تھا، انیس سالہ شانو لمبے بالوں کی دو چٹیاں کیے ہوئے بالکل نوخیز کلی کی طرح چیخ رہی تھی۔

''شانو چل۔'' سوکھے پتے کی طرح لرزتی رانو اسے زبردستی کھینچنے لگی۔

''کیا ہوا، کیا ہو رہا ہے۔'' گھبرایا ہوا فضل چاچا بھاگتا ہوا ان کے پاس آیا۔

''فضل چاچا یہ شخص ہمارے ساتھ بدتمیزی کر رہا ہے۔'' وہ اس کے بولنے سے پہلے ہی بول پڑی تو وہ کرنٹ کھا کر سیدھا ہوا۔

''کیا میں بدتمیزی کر رہا ہوں۔''

''دیکھ چاچا اسے سمجھا لے اور بتا دے کہ شانو کے ساتھ پھڈا کرنے والا ساری عمر پچھتاتا ہے۔'' اس نے سرخ چہرے کے ساتھ دھمکی دی۔

''اچھا اچھا ٹھیک ہے چل تو جا یہاں سے، میں سب کچھ سمجھا لوں گا۔'' فضل چاچا نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا فضل چاچا تھا تو باغ کا رکھوالا یعنی ایک معمولی ملازم لیکن اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جو دوسروں کی عزت کو اپنی عزت سمجھتا ہے اس گاؤں کی ہر بہو بیٹی اس کی بیٹی تھی۔

''جا رانو دھی اسے لے جا۔'' رانو نے اس کا ہاتھ دبوچا اور اسے کھینچتی ہوئی لے گئی، لیکن جاتے جاتے بھی اس کی لہو رنگ آنکھیں اس پر جمی تھی جس کی مسکراہٹ اسے سر تا پاؤں سلگا رہی تھی۔

''خوامخواہ ہی ہر ایک سے لڑنے بیٹھ جاتی ہو تم۔''

''کیا؟ خوامخواہ لڑتی ہوں میں۔'' وہ اسے کاٹنے کو دوڑی۔

''اچھا مجھے تو نہ کاٹ۔'' رانو نے مصنوعی ڈر سے کہا۔

''تھا کون یہ اُلو۔''

''ارے جانے دے شانو اتنے خوبصورت بندے کو پکڑ کر اُلو بنا دیا۔'' رانو ہنس دی۔

''اتنا ہی اچھا لگا ہے تجھے تو بیٹھی رہتی اس کے پاس میرے ساتھ آنے کی کیا ضرورت تھی۔'' اس نے فوراً اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

''جا دفع ہو۔'' غصے کی حالت میں وہ کسی کی بھی پرواہ نہ کرتی تھی، اسے وہیں چھوڑ کر سیدھی گھر چلی آئی ملازم نے اسے دیکھتے ہی بھاگ کر ایک لفافہ اسے لا تھمایا کہ جسے دیکھتے ہی اس کا سارا غصہ ایک دم سے رفو چکر ہو گیا۔

''زوار لالا، زوار لالا۔'' وہ چلاتی ہوئی زوار شاہ کے کمرے کی طرف آئی وہ آرام دہ کرسی پر بیٹھا مطالعہ میں مشغول تھا، انہوں نے اس کی چیخوں پر کوئی ردعمل ظاہر نہ کیا کیونکہ وہ ان چیخوں کے عادی تھے۔

''آپ یہاں بیٹھے ہیں اور میں سارے گھر میں ڈھونڈتی پھر رہی ہوں۔'' اس نے دروازے کی چوکھٹ پر دونوں طرف ہاتھ رکھتے ہوئے سانس بحال کی۔

''کیا قیامت آ گئی ہے۔'' انہوں نے محض پلٹتے ہوئے لاپروائی سے کہا۔

''یہ دیکھیے یہ کیا ہے۔'' اس نے لفافہ ان کے سامنے پھڑپھڑاتے ہوئے کہا۔

''خط کا لفافہ ہے اور کیا ہے؟''

''جی ہاں اور اس میں خط بھی ہے ''شہوار ادی کا'' اب بتائیے آپ تو کہتے تھے خط کا جواب نہیں آئے گا، آ گیا ناں جواب۔''

''اچھا بابا مان گئے تمہاری ادی کو بھی اور تمہیں بھی۔''

''ہاں [illegible] آ [illegible] مجھ ہی

اس بات پر اڑے تھے کہ جواب نہیں آئے گا، آخر میری ادی ہیں کیوں میرے خط کا جواب ناں دیتیں اور پتہ ہے اس میں کیا لکھا ہے۔''

''کیا لکھا ہے؟'' انہوں نے بھی اس کا دل رکھنے کے لئے کہا۔

''تو جناب لکھا ہے۔''

ڈیئر شازمہ!

السلام وعلیکم!

کے بعد میں امید کرتی ہوں کہ تم مجھے ضرور یاد کرتی ہو گی، تمہارے جانے کے بعد احساس ہوا کہ میں تو ہمیشہ تنہا رہی ہوں یہ گھر پہلے بھی وہی تھا اور اب بھی وہی ہے لیکن تمہارے جانے کے بعد یہ انکشاف دل میں درد بن کر ابھرا کہ یہ گھر تو بہت عرصہ ہوا تنہائیوں کی نذر ہو چکا ہے تم اس گھر میں بہار کے ایک پرکیف جھونکے کی طرح آئیں اور چلی گئیں، مجھے اب بھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میں پڑھ رہی ہوں اور تم میرے قریب آ کر کہتی ہو ''شہوار ادی چائے'' تمہاری یاد شدت سے ستاتی ہے، میں کیا گھر کے ملازم بھی تمہیں مس کرتے ہیں، وقت کی کمی کے باعث خط طویل نہیں کر سکتی تھوڑے کو بہت سمجھنا اور اب اجازت دو۔

خدا حافظ تمہاری

شہوار ادی

''کیسا ہے جناب اب آپ کو یقین آیا کہ نہیں۔'' اس نے باقاعدہ پورا خط پڑھ کر سنانے کے بعد کہا۔

''مان گئے جناب! اب آپ تشریف لے جائیں تو مہربانی ہو گی۔'' تو وہ مسکراتی ہوئی باہر چلی گئی۔

''خبردار۔'' اس کی گرجدار آواز شانو کے کانوں سے ٹکرائی اس کے قریب کھڑی رانو پوری جان سے کانپ گئی۔ شانو کا ہاتھ ایک لمحے کو رکا نہیں لیکن دوسرے لمحے اس نے ہاتھ بڑھا کر امرود توڑ لیا، دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کے درمیان امرود رکھ کر زور لگایا تو وہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اس نے دونوں حصوں کو غور سے دیکھا جیسے اس میں سے کیڑے دیکھ رہی ہو۔

''آپ کو شرم نہیں آئی اس قسم کی بیہودہ حرکتیں کرتے ہوئے۔'' وہ اسے کے اطمینان پہ کھول کر رہ گیا۔

''دیکھئے آپ جو کوئی بھی ہیں اپنے الفاظ واپس لیجئے ورنہ......''

''میں کسی کا لحاظ نہیں کرتی۔''

''جی ہاں یہ دھمکی میں پہلے بھی سن چکا ہوں۔''

''میں صرف دھمکی ہی نہیں دیتی اس پر عمل بھی کرتی ہوں۔''

''عجیب لڑکی ہیں آپ ایک تو غلط حرکتیں کرتی ہیں اور دوسرے الٹا گلے بھی پڑ رہی ہیں۔''

''دیکھئے میں آپ کا بہت لحاظ کر رہی ہوں۔'' وہ اپنے غصے کو ضبط کرتے ہوئے بولی۔

''آپ جہاں تک ہیں وہیں تک رہیں تو بہتر ہے ورنہ بعد میں پچھتائیں گے۔''

''عجیب بدتمیز لڑکی ہے۔''

''کیا، بدتمیزی آپ کر رہے ہیں یا میں؟''

''شانو خدا کا واسطہ ہے کسی کا تو لحاظ کر لیا کرو، ہر ایک سے جھگڑنے لگتی ہو۔'' رانو اسے ڈانٹنے لگی، بابا کے علاوہ رانو ہی دنیا کی وہ واحد ہستی تھی جو اس پر پوری طرح دھونس جما سکتی تھی۔

''تو پھر اس سے کہہ کہ آئندہ میرے سامنے نہ آئے۔'' رانو نے ایک نظر شازمہ پر ڈالی اور پھر اس کی طرف بڑھ آئی۔

''دیکھئے لالا، یہ تھوڑی سی۔'' اس نے اپنی کنپٹی پر انگلی گھماتے ہوئے کہا جیسے کہہ رہی ہو۔

''یہ تھوڑی سے کریک ہے آپ اس کی باتوں کا برا نہ مانیں۔'' وہ اس کے اشارے پر مسکرا دیا۔

''ٹھیک ہے انہیں کہو کہ آئندہ یہاں سے امرود نہ توڑیں۔'' رانو کی سرگوشی کے مقابلے میں وہ تھوڑا بلند آواز میں بولا۔

''ارے واہ، آج تک کوئی مائی کا لال ایسا پیدا نہیں ہوا جو مجھے میری مرضی اور پسند کا کام کرنے سے روکے۔''

''جی نہیں، غلط فہمی ہے تمہاری، وہ مائی کا لال پیدا ہو گیا ہے، نا صرف پیدا ہو گیا بلکہ تمہارے سامنے کھڑا ہے۔''

''تمیز سے بات کریں اور اپنی حد میں رہیں، ورنہ شانو بہت بری طرح پیش آئے گی۔'' اسے اس کا انداز مخاطب بری طرح کھولا گیا۔

''آخر تم سمجھتی کیا ہو اپنے آپ کو۔'' اس نے اس کی سیاہ بھنورا سی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر فور شوق سے پوچھا۔

''میں تو جو ہوں وہ ہوں اور مجھے خود کو سمجھنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے، لیکن ایسا لگتا ہے جیسے آپ کو سمجھانا پڑے گا۔''

''اچھا تو آپ مجھے سمجھائیں گی، جن کی عقل خود کہیں رہ گئی ہے۔'' اس نے مسکرا کر طنز کیا تو اس کا ضبط جواب دے گیا اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ وہ کیا کرے اور کیا نہ کرے غصے سے اس کا چہرہ سرخ اور آنکھوں میں پانی بھر آیا اس قدر توہین اس قدر بے عزتی وہ بالکل برداشت نہ کر پائی تو نین کٹوروں کے چھلکنے سے پیشتر وہ دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ کر بھاگ گئی۔

''یہ آپ نے اچھا نہیں کیا وہ غصے کی ضرور تیز ہے لیکن انتہائی معصوم اور احساس دل رکھنے والی بے حد اچھی لڑکی ہے۔'' رانو نے اسے دیکھ کر تاسف سے کہا۔

''آئی ایم سوری، مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ اس قدر فیل کرے گی۔'' اسے بھی اپنے رویے پر افسوس تھا، یہ بات ضرور تھی کہ وہ جب بھی ملی تھی اسی قسم کی صورتحال پیش آئی تھی، لیکن نجانے کیوں پھر بھی یہ شعلہ جوالہ سی لڑکی پہلے ہی دن سے اپنے دل کے بہت قریب محسوس ہوئی تھی۔

''زوار لالا! زوار لالا!'' وہ انہیں پکارتی ہوئی ان کے کمرے میں گئی لیکن وہاں کوئی بھی نا تھا۔

''کہاں چلے گئے۔'' وہ بڑبڑائی۔

''ہو سکتا ہے اسٹڈی روم میں ہوں، لیکن وہاں دیکھنے کے بعد معلوم ہوا محترم وہاں بھی تشریف فرمانہ تھے۔''

''حیرت ہے کہاں چلے گئے۔''

''لعنت ہے مجھ پر، ہو سکتا ہے اپنے اسٹوڈیو میں رنگوں کا بیڑہ غرق کر رہے ہوں۔'' اس نے اپنی پیشانی پر ہتھیلی مارتے ہوئے کہا اور ادھر چل دی۔

''زوار لالا! زوار لالا!'' وہ چیختی چلاتی وہاں تک پہنچی۔

''کیا مصیبت آگئی ہے بھئی۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے رنگ لگے ہاتھوں کو کپڑے سے صاف کرتے ہوئے کہا۔

''آپ یہاں گھسے بیٹھے ہیں اور میں نے پوری حویلی چھان ماری ہے آپ کی تلاش میں اور آپ نے یہ مصیبت کسے کہا، یعنی کہ اب میں آپ کے لئے مصیبت ہو گئی۔''

''بھئی جب یوں وقت بے وقت آفت کی

طرح ٹوٹ پڑو گی تو یہی کہوں گا ناں۔'' انہیں شاید اس کی آمد ناگوار گزری تھی۔

''آفت کہیں چاہے مصیبت میں تو ٹلنے والی نہیں ہوں جب تک کہ آپ میرا یہ خط پوسٹ کرنے کی ہامی نہ بھریں۔'' اس نے لفافہ ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو انہوں نے اسے تھام کر الٹ پلٹ کر دیکھا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔'' ان کا انداز ایسا تھا جیسے کہہ رہے ہوں ''ٹھیک ہے کر دوں گا اب تم جاؤ''، لیکن وہ جانے کے موڈ میں نہیں تھی۔

''یہ کیا بنا رہے ہیں۔'' اس نے کینوس کی طرف بڑھتے ہو گیا کہ جس پر وہ اس کی آواز سنتے ہی کپڑا ڈال چکے تھے۔

''ارے ارے اسے مت چھیڑنا۔'' انہوں نے گھبرا کر اس کا ہاتھ روکا۔

''کیوں ایسا کیا بنا لیا آپ نے جو میں نہیں دیکھ سکتی۔'' اس نے حیرت سے کہا۔

''پلیز شازی کبھی تو بات مان لیا کرو۔'' انہوں نے زچ ہوتے ہوئے کہا۔

''ارے واہ، یہ کیا بات ہوئی، پہلے تو میں ہر تصویر بنتے ہوئے دیکھتی ہوں، اب کیوں نہیں دیکھ سکتی۔''

''جب بن جائے گی تو سب سے پہلے تمہیں ہی دکھاؤں گا۔''

''لیکن اب کیوں نہیں اب کیا حرج ہے دیکھنے میں۔'' وہ بحث پر اتر آئی۔

''اب دیکھنے میں خرج یہ ہے کہ مجھے خود معلوم نہیں کہ میں کیا بنا رہا ہوں۔''

''کیا؟'' وہ حیرت سے بولی۔

''ہاں۔'' انہوں نے اسی کے انداز میں جواب دیا۔

''یہ کیا بات ہوئی بھلا۔''

''یہ وہی بات ہوئی جو ابھی تک میری سمجھ میں بھی نہیں آئی۔''

''میری تو عقل میں کچھ نہیں آ رہا کیا [illegible] کہہ رہے ہیں۔'' وہ کرسی پر سر تھام کر بیٹھ گئی۔

''میں یہ کہہ رہا ہوں کہ میں اپنے ذہن [illegible] موجود خاکے کو کینوس پر منتقل کرنے کی کوشش [illegible] ہوں لیکن وہ خاکہ کس کا ہے یہ میں خود بھی [illegible] جانتا۔''

''زوار لالا!'' اس کے لہجے میں [illegible] تھی۔

''ہوں۔''

''آپ کا دماغی توازن تو درست ہے [illegible] کرسی سے اٹھ کر ان کے قریب چلی آئی اس [illegible] انداز ایسا تھا جسے واقعی اسے اس کی دماغی توازن کے درست نا ہونے کا خدشہ ہو۔

''میرا دماغ تو درست ہے لیکن مجھے تمہیں کسی دماغی توازن درست کرنے والے [illegible] کے حوالے کرنا پڑے گا، عجیب لڑکی ہو تم بھی کبھی کہنا ہی نہیں مانتی جاؤ یہاں سے۔'' وہ ایک دم ہی غصے میں آ گئے۔

''نہیں جاؤں گی۔'' وہ بھی ضد پر آ گئی۔ بھلا وہ کہاں زوار شاہ کے غصے سے ڈرنے والی تھی کہ یہ بھی تو ان کی بے پناہ محبتوں کا اعتماد ہی تھا وہ جانتی تھی کہ ان کا غصہ صابن کی جھاگ ہوتا تھا۔

''ٹھیک کہتی ہیں اماں بی کہ بابا اور میں نے واقعی تمہیں بہت سر پر چڑھا رکھا ہے، کسی کا کہنا ہی نہیں مانتی ہو۔'' ان کو واقعی بہت غصہ آ گیا لیکن وہ اطمینان سے کرسی پر بیٹھی رہی اسے زوار شاہ کو تنگ کرنے میں اور غصہ دلانے میں بڑا مزہ آتا تھا، کیونکہ خوبصورت سے زوار لالا جو کہ بہت نرم مزاج تھے اسے غصے میں بہت اچھے لگتے تھے۔

''ٹھیک ہے نہیں جاؤ گی؟ میں آج خود بابا سے بات کروں گا کہ اب وہ تمہیں اس گھر سے [illegible] کریں، میری جان تو عذاب سے نکلے، ویسے [illegible] میں نے ایک لڑکا دیکھ لیا ہے تمہارے لئے جو [illegible] سے پہلے تمہارے دماغ کا علاج کرے [illegible]'' زواز شاہ غصے سے بولتے ہوئے دروازے [illegible] طرف بڑھے تو کرسی میں جیسے کرنٹ آ گیا [illegible] ایک دم اچھل کر ان کے پاس پہنچی انہیں [illegible] سے پکڑ کر واپس لائی۔

''میرے اچھے بھائی میرے پیارے سے [illegible] زوار لالا!'' اس کا لہجہ حد درجہ خوش آمدانہ تھا۔

''اب میں آپ کو کبھی تنگ نہیں کروں گی [illegible] لیکن خدا کے لئے یہ غضب مت کیجئے گا۔'' [illegible] اس نے رونے کا مصنوعی تاثر قائم کیا۔

''نہیں اب تمہارا کوئی نہ کوئی بندوبست کرنا [illegible] پڑے گا۔'' انہوں نے ایک بار پھر اس سے [illegible] چھڑایا۔

''[illegible] ٹھیک ہے جائیں پھر کہہ دیں بابا سے جو [illegible] کہنا ہے۔'' وہ ایک بار پھر کرسی پر جا بیٹھی تو وہ [illegible] ایک بار پھر کمرے سے باہر چلے گئے۔

''لیکن میری بھی ایک بات سن لیں میں اس گھر میں بھابھی لائے بغیر کہیں نہیں جاؤں گی [illegible] مر کر بھی نہیں جاؤں گی۔'' اس نے اونچی آواز [illegible] میں چلاتے ہوئے کہا اور توقع کے عین مطابق وہ واپس آ گئے۔

''تو بہت چڑیل ہے۔'' ان کے ہونٹوں پر ان کی مخصوص مسکراہٹ تھی

''آپ کی بہن ہوں۔'' اس نے شوخی سے کہا۔

یہاں آ کر وہ ہمیشہ اس سے مات کھا جاتے تھے کہ اس بات پر بابا کا ووٹ بھی اس کی جانب تھا کہ وہ اس سے پورے سات سال بڑے تھے اور اب جب کہ وہ فارغ التحصیل تھے تو وہ جلد از جلد ان کی شادی کرنا چاہتے تھے۔

''اچھا اب تم جاؤ۔''

''تو کیا آپ واقعی مجھے تصویر نہیں دکھائیں گے۔''

''بابا کہا تو ہے مکمل ہو جانے کے بعد سب سے پہلے تمہیں ہی دکھاؤں گا پلیز اب تم جاؤ۔''

''اچھا پھر وعدہ یاد رکھیئے گا۔''

''رانو اے رانو کہاں مر گئی ہے تو۔'' وہ اپنی عادت کے مطابق چلاتی ہوئی رانو کے گھر میں داخل ہوئی اس کی آواز سنتے ہی رانو فوراً ایک کمرے سے برآمد ہوئی۔

''ہائے شانو تو آ گئی۔'' رانو بھاگ کر اس کے گلے لگ گئی۔

''ہاں میں تو آ گئی، میں نے سوچا کہ رانو بیگم تو شاید مایوں بیٹھ گئی ہے خود ہی جا کر مل آؤں۔''

''ہائے نہیں شانو۔'' وہ فوراً الجھ گئی۔

''وہ میں کچھ مصروف تھی۔''

''ہاں اب تو اتنی مصروف ہو گئی ہے کہ میرے لئے وقت نہیں ہے تیرے پاس۔''

''نہیں شانو ایسی بات تو نہ کر۔'' رانو کے چہرے پر بیچارگی آ گئی۔

''تو پھر آئی کیوں نہیں اتنے دنوں سے؟''

''اماں سے پوچھو وہی نہیں جانے دیتی مجھے باہر۔''

''کیوں؟ کیوں نہیں جانے دیتی تجھے باہر، کیا ہے چاچی اس سے تو میں پوچھتی ہوں۔''

''چاچی او چاچی کہاں چھپی بیٹھی ہے۔''

''ارے شانو دھی آئی ہے میں بھی کہوں، سارے گھر میں بہار ہی بہار کیسے آ گئی۔''

''ہاں، ہاں کر لے خوشامد، کر لے، پیٹھ پیچھے چغلی اور منہ پر خوش آمد، واہ چاچی تیرا بھی جواب نہیں۔''

''ہائے ہائے تجھ سے کس دشمن نے کہہ دیا

تو، تو مجھے ویسی ہی ہے شانو دھیئے جیسے رانو۔"

"بس کر چاچی سب جانتی ہوں۔" وہ چاچی کی چاپلوسی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھی وہ شکل سے بھی ایسی ہی لگتی۔

"دھیئے دھیئے تو تو بہت چنگی ہے ہمارے مالکوں کی دھی ہماری دھی۔" وہ اس کے پاس چارپائی پر بیٹھ کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

"اچھا اگر تو مجھے بیٹھی سمجھتی ہے تو پھر تو رانو کو باہر کیوں نہیں جانے دیتی۔"

"سوچتی ہوں دھیئے لڑکی جوان ہوگئی ہے باہر جاتی اچھی نہیں لگتی۔"

"ہاں ایک تیری ہی تو لڑکی جوان ہوئی اسے سات پردوں میں چھپا کر رکھ کہیں کسی کی نظر نہ پڑ جائے تیری اس حور پری پر ورنہ کوئی دیو اٹھا کر لے جائے گا۔" رانو دوپٹے میں منہ دیئے مسکرا دی تھی کیونکہ وہ اپنی ماں کو اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ شانو کے ہاتھوں ہی قابو میں آتی تھی۔

"ارے نہیں نہیں دھیئے سات پردوں میں کیا چھپانا ہے اصل گل (بات) اے ہے کہ ہن اس دا ماما اس دے دن منگ دا اے تے فیر ایسی طرح جوان دھی بار پھیرتی چنگی تو نہیں لگدی ناں۔"

"اچھا تو اب محترمہ رانو صاحبہ پیا دیس سدھار رہی ہیں۔" وہ رانو کے قریب آ کر شرارت سے بولی تو رانو شرما گئی۔

"ہاں پتر مردوں کا کیا ہے وہ تو بار اندر پھرتے ہی رہتے ہیں اب اگر ٹاکرا ہو جائے تو اچھا لگدا۔"

"وہ چاچی واہ تیرے بھی کیا کہنے ہیں۔"

"جا رانو چلی جا ویسے بھی بڑے دن ہوگئے ہیں تجھے باہر گئے ہوئے۔" ماں نے کہا تو رانو جیسے اسی انتظار میں تھی دونوں ہنستی ہوئیں گھر سے باہر آگئیں۔

"واہ شانو اماں صرف تیرے ہی قابو میں آتی ہے۔"

"ویسے چاچی ہے بڑی چاپلوسی۔"

"پتہ نہیں اماں ایسا کیوں کرتی ہے اماں کی اس عادت سے بہت تنگ ہوں میں۔"

"تو بھی ایسی ہی ہوتی اگر میری [illegible] ہوتی تو۔"

"ہاں ہاں مانتی ہو جناب! تو میرے [illegible] مجھے بڑھانے کے لئے راضی نہ کرتی تو میں تو سکول کا منہ وی نئیں دیکھنا تھا۔"

"ہاں پھر تو نے جو میری لاج رکھ لی اور جماعتیں پڑھ کر گھر بیٹھ گئی۔"

"ہاں تو پھر کیا کرتی اماں جو بیمار ہوگئی تھی اتنی اوپر سے ماموں کا دباؤ بھی تھا کہ کڑی اگر پڑھ گئی تو اس کے لڑکے پر رعب ہی نہ جھاڑنے لگے۔" وہ کہہ کر خود ہی ہنسنے لگی۔

"اور پھر پڑھائیاں تو تم جیسوں پر ہی اچھی لگتی ہیں اگر میں دسویں کی تیاری کر بھی لیتی تو امتحان دینے کے لئے مجھے کون شہر لے کر جاتا۔"

"اچھا اب زیادہ بکواس نہ کر جیسے میں جاتی تھی ویسے ہی تو بھی جاتی۔"

"اچھا چل چھوڑ پرے اگر میں دسویں کر لیتی تو، تو کہتی بارھویں بھی اب میرے ساتھ کر پڑھ، یہ پڑھائیاں تو شیطان کی آنت ہوتی ہیں ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتیں، تو بتا اب ترا کیا ارادہ ہے ایف اے کے پیپر تو تو نے دے دیئے۔"

"بس اب میرا دل بھی نہیں کرتا پڑھنے کو ویسے بھی فائدہ ہی کیا ہے بقول بی اماں کے جتنا بھی پڑھ لوں رہنا تو گنوار کی گنوار ہے۔" اور پھر دونوں ہنستی چلی گئیں، ادھر ادھر گھومتے دنیا جہان کی باتیں کرتے ٹائم گزرنے کا پتہ بھی نہ چلا۔

"اچھا شانو میں چلتی ہوں شام ہو رہی ابھی گھر آنے والا ہے۔"

"میرے ساتھ حویلی نہیں چلے گی، کتنے دنوں سے تو آئی ہی نہیں۔"

"آج نہیں کل آؤں گی۔"

"اچھا چل ٹھیک ہے پھر خدا حافظ۔"

وہ چھڑی کو لہراتے کبھی کسی درخت کے ساتھ ٹکراتی کبھی رستے میں آنے والی کسی شے کو مارتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی کہ دفعتاً وہ درخت کی اوٹ سے نکل کر سامنے آ گیا وہ اس سے ٹکرا کر گرتے ہی والی تھی کہ اس نے اسے تھام لیا، اس اچانک ٹکراؤ پر وہ کچھ حواس باختہ سی ہو گئی، جو اس قائم ہونے پر وہ اسے دیکھ کر کھول کر رہ گئی۔

"تم۔" بے اختیار ہی اس کے منہ سے نکلا تھا۔

"جی جناب!" وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر ذرا سا جھکا۔

"آپ کو شرم نہیں آتی اس قسم کی بیہودہ حرکتیں کرتے ہوئے۔" اس نے اسی کے الفاظ اسے لٹائے۔

"دیکھئے محترمہ آپ جو کوئی بھی ہیں اپنے الفاظ واپس لیجئے ورنہ، میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔" اس نے بھی اس کے کہے لفظوں کو یاد رکھا تھا۔

"عجیب بیہودہ انسان ہیں، ایک تو اتنی گھٹیا حرکت کی ہے آپ نے اور دوسرے بدتمیزی بھی کر رہے ہیں۔" اس کا اشتعال فطری تھا جس پر وہ جی بھر کر لطف اندوز ہوا۔

"میں نے کوئی بدتمیزی نہیں کی محترمہ، یہ محض ایک حادثہ تھا۔" اس کے بے نیاز انداز پر وہ سلگ اٹھی۔

"جی ہاں سب سمجھتی ہوں میں آپ جیسے لوفروں کو، جان بوجھ کر لڑکیوں سے ٹکراتے پھرتے ہیں اور نام دیتے ہیں حادثے کا۔" اس کے آتشیں انداز کے برعکس اس کے ہونٹوں پر دلفریب مسکراہٹ تھی۔

"لڑکیوں سے نہیں صرف ایک لڑکی سے۔" اطمینان سے درخت سے ٹیک لگاتے ہوئے تصحیح کی گئی، ساتھ ہی اپنی ایک ٹانگ دوسرے درخت پر رکھ کر اس کا رستہ روک لیا۔

رانو کا گھر گاؤں میں سے گزرنے والی سڑک کے دوسری طرف تھا، اس لئے وہ اس کے گھر جانے کے لئے ہمیشہ اس چھوٹے سے جنگل میں سے جانے والے مختصر راستے کو استعمال کرتی تھی ورنہ دوسری صورت میں بہت لمبا چکر پڑتا تھا۔

نا صرف وہ بلکہ گاؤں کے پیدل چلنے والے زیادہ تر لوگ بھی یہی راہ استعمال کرتے تھے جس کی وجہ سے ان دو درختوں کے چار فٹ کے فاصلے کے درمیان اچھی خاصی پگڈنڈی بن چکی تھی جب کہ دونوں درختوں کے اطراف اچھی خاصی جھاڑیاں تھیں۔

"رستہ چھوڑیں میرا۔"

"اور اگر نہ چھوڑوں تو۔"

"دیکھئے آپ حد سے بڑھ رہے ہیں۔"

"میری حدیں تو تم پر آ کر ختم ہونے لگیں ہیں۔" آنکھوں میں شرارت سموئے اس کا انداز سراسر چھیڑنے والا تھا۔

"یہ کیا بکواس ہے، میرا راستہ کیوں روکا ہے؟" وہ آگ بگولہ ہوئی جا رہی تھی۔

"اس لئے کہ تمہیں ایک مشورہ دے سکوں۔"

"کیا مطلب ہے آپ کیا سمجھتے ہیں میں آپ کے مشوروں پر عمل کروں گی۔"

"تمہاری مرضی لیکن میں کہوں گا ضرور کہ اس طرح اکیلے بالکل تنہا مت پھرا کرو۔"

"کیوں آپ کو کیا تکلیف ہے۔"

''مجھے تکلیف تو کوئی نہیں بلکہ فائدہ ہے البتہ تمہارا یوں پھرنا خود تمہارے لئے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔''

''آپ کون ہوتے ہیں مجھے نصیحتیں کرنے والے؟''

''فی الحال تو کچھ نہیں ہوں لیکن آئندہ کے لئے ارادہ.....''

''آپ اپنی زبان کو قابو میں رکھیں تو زیادہ بہتر ہے۔''

''اپنی زبان تو قابو کرلوں گا لیکن اس بے ایمان غدار دل کا کیا کروں۔''

''میں کسی گھٹیا انسان سے بات کرنا پسند نہیں کرتی۔'' وہ نخوت وحقارت سے بولی۔

''شاید تمہارے بڑوں نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ کوئی انسان گھٹیا نہیں ہوتا۔'' وہ اس کی بات پر سنجیدگی وتاسف سے بولا۔

''جی ہاں، انسان گھٹیا نہیں ہوتا اس کی حرکتیں اسے گھٹیا بنادیتی ہیں۔''

''واہ، خاصی سمجھداری کی بات کی ہے۔'' اس نے فوراً داد دی۔

''آپ میرا راستہ چھوڑتے ہیں یا......''

''یا کیا؟'' وہ سیدھا ہوا تو وہ غصے سے بھری ایک نظر اس پر ڈال کر واپس جانے لگی۔

''ارے سنو تو۔'' وہ بے اختیار و بلا ارادہ اس کی کلائی تھام گیا، شانو کا ضبط جواب دے گیا۔

''چٹاخ۔'' شانو کا نازک سا ہاتھ غصے کی صورت میں اس کے گال پر انگلیوں کے نشان چھوڑ گیا، وہ اپنا دوسرا ہاتھ گال پر رکھے آنکھوں میں حیرتوں کا جہان لئے اسے دیکھتا رہ گیا اس نے جھٹکے سے اپنی کلائی چھڑائی کہ جیسے وہ حیرت کے سمندر میں غوطہ زن چھوڑنا بھول گیا تھا، وہ اسے اسی حالت میں چھوڑ کر وہاں سے بھاگ آئی۔

''شازی!'' زوار شاہ اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پکارے۔

''جی لالا!'' وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی چٹیا باندھ رہی تھی اس کے چہرے پر سنجیدگی رقم تھی۔

''یہ دیکھو تو یہ کیا ہے؟''

''کیا ہے؟'' مصروف انداز اب بھی سنجیدگی لئے ہوئے تھا۔

''تمہاری ایک چیز ہے بھئی۔'' وہ اطمینان سے کرسی پر بیٹھ گئے۔

''کیسی چیز۔'' اس کے آواز و انداز پر وہ رکے۔

''تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔'' انہیں تشویش ہوئی۔

''کیوں کیا ہوگیا ہے میری طبیعت کو۔'' وہ پلٹی۔

''ویری بیڈ، معاملہ کیا ہے؟''

''کیا مطلب؟'' وہ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

''تمہیں بخار بھی نہیں ہے۔'' زوار شاہ نے اٹھ کر اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''آپ کو اتنی تشویش کس بات پر ہو رہی ہے۔''

''مجھے تشویش یہ ہو رہی ہے کہ تم تین چار دنوں سے باہر بھی نہیں گئیں اور تمہارا رویہ بھی غیر معمولی ہے، کوئی پریشانی ہے کیا۔''

''مجھے کیا پریشانی ہوسکتی ہے لالا اتنے دن ہوگئے، شہوارادی کا خط نہیں آیا۔'' وہ منہ بسورنے لگی۔

''ارے ہاں، یہ دیکھو۔'' انہوں نے جیب سے کچھ نکالا جسے دیکھتے ہی وہ اچھل پڑی۔

''شہوارادی کا خط۔'' تصدیق کے ساتھ ہی بڑھ کر جھپٹ لیا اور وہ جو اسے تنگ کرنے کے موڈ میں تھے اپنا سا منہ لے کر رہ گئے، اس نے جلدی سے خط کھولا اور زیر لب پڑھنے لگی۔

''کیا لکھا ہے بھئی۔'' وہ جو اس کے چہرے پر بے پناہ خوشی کے بے پناہ تاثرات دیکھ رہے تھے پوچھے بنا نہ رہ سکے۔

''پتہ ہے زوار لالا لکھا ہے کہ وہ اپنے ایگزامز کے بعد یہاں آئیں گی اکا خود چھوڑ کر جائیں گے کیونکہ انہیں کچھ عرصہ کے لئے ملک سے باہر جانا ہے تو ادی نے بھی ان کے ساتھ ہی جانا تھا لیکن اب وہ یہاں آئیں گی۔'' اس کے لفظ لفظ سے خوشی جھلک رہی تھی۔

''اوں ہونہہ، نہیں آئیں گی۔''

''کیا مطلب؟ کیوں نہیں آئیں گی۔'' وہ پوری آنکھیں پھاڑے ان کو دیکھنے لگی۔

''بس میں نے کہہ دیا ناں نہیں آئیں گی۔''

''ارے واہ، آپ کس ریاست کے حاکم ہیں کہ جو آپ نے کہہ دیا وہی ہوگا۔'' وہ دوبارہ اپنی روش پر لوٹ آئی تو ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی کہ اس کی سنجیدگی اندر ہی اندر انہیں دہلا رہی تھی۔

''ہم ریاست ''رفیق پور'' کے حاکم ہیں۔'' انہوں نے تفاخرانہ انداز اپنائے۔

''واہ، سبحان اللہ، اس چھوٹے سے گاؤں کے حاکم، چلے ہیں ساری دنیا پر حکومت کرنے۔''

''لعنت بھیجتے ہیں ہم ساری دنیا پر ہم اپنی ہی اس چھوٹی سی ریاست پر حکومت کریں گے۔''

''تو کیا آپ شہوارادی کو اپنی اس ریاست میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں گے عالم پناہ۔'' اس نے بالکل ایک فریادی کی مانند لہجے میں عاجزی سموتے ہوئے کہا۔

''اے لڑکی تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہم ناجائز کام نہیں کرتے۔'' انہوں نے بھی شاہانہ انداز اپنایا۔

''تو پھر آپ کا کیا مطلب ہے عالم پناہ۔''

''نااہل لڑکی کیا تو نہیں جانتی کہ بڑے بڑے شہروں میں رہنے والے نخریلے لوگ ہمارے سادہ دل لوگوں کے درمیان رہنا پسند نہیں کرتے۔''

''اچھا بس اب ہم مزید اپنی ادی کی شان میں گستاخی پسند نہیں فرمائیں گے۔'' اس نے ہاتھ اٹھا کر جیسے ڈرامے کا ڈراپ سین کیا۔

''یہ خط پڑھ لیں آپ کو خود ہی یقین آجائے گا۔'' اس نے خط ان کی طرف بڑھایا تو وہ لے کر پڑھنے لگے۔

''اچھا بھئی ٹھیک ہے لیکن میں تمہیں بتادوں کہ یہ سب تمہارا دل بہلانے کے طریقے ہیں۔''

''جی نہیں، میری ادی جھوٹ نہیں بولتیں۔''

''خوش فہمی ہے تمہاری۔''

''تو لگالیں شرط۔'' شانو نے اچانک کہا تو وہ چونک کر دیکھنے لگے۔

''کیسی شرط؟'' انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

''یہی کہ شہوارادی ضرور آئیں گی۔''

''نہیں آئیں گی۔''

''ٹھیک ہے تو پھر لگائیں شرط۔''

''ٹھیک ہے لگاؤ کتنے کی لگاؤ گی۔''

''اوں۔'' وہ سوچنے لگی۔

''ہاں کتنے وتنے کی نہیں۔'' سوچتے ایک دم بھی اس کی باچھیں کھل اٹھیں۔

''پھر۔''

''دیکھیں، اگر شہوارادی یہاں آگئیں ناں تو.....''

''آپ کچھ ایسا کریں گے کہ وہ یہاں سے جا ہی نہ سکیں۔'' وہ شرارت سے بھرپور لہجے میں بولی۔

”ہیں، یہ کیا بات ہوئی۔“

”ہر آنے والے نے جانا تو ہوتا ہے۔“ وہ جان کر بھی انجان بن گئے۔

”اے ہے ہے اب آپ ایسے بھولے بھی نہیں کہ میری بات نہ سمجھیں ہو۔“

”تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے میں تو اپنی پسند سے شادی کروں گا۔“ انہوں نے شان تفاخر سے کہا۔

”او...... ہو...... ہو...... ہو...... پسند سے شادی کریں گے اگر کوئی ایسی ویسی لے آئے نا تو بابا جوتے مار مار کر گھر سے ہی کیا گاؤں سے بھی نکال دیں گے۔“

”اچھا اچھا اب زیادہ سرمت چڑھو، آگے بتاؤ اگر نہ آئیں تو۔“

”نا آئیں تو آپ جا کر لے آیئے گا بینڈ باجوں کے ساتھ، تو......تو......تو......او۔“ وہ باقاعدہ ہاتھوں کو آگے پیچھے رکھ کر منہ سے لگائے باجا بجانے لگی۔

”چھوٹے شاہ جی، آپ کے دوست شاہ زیب شاہ آئے ہیں۔“ اس وقت ملازم نے آ کر اطلاع دی۔

”کیا شاہ زیب شاہ آیا ہے۔“ وہ ایک دم خوش ہوتے ہوئے بولے۔ ان کی آواز پر شازمہ بھی باہر نکل آئی۔

”اچھا تم چلو چل کر انہیں مہمان خانے میں بٹھاؤ میں آتا ہوں۔“

”یہ شاہ زیب شاہ کون ہے لالا!“

”میرا بہت اچھا دوست ہے لندن میں ہم ایک ہی اپارٹمنٹ میں کچھ عرصہ ساتھ رہیں ہیں بس فرق یہ ہے کہ وہ نیورو سرجن بنا اور میں ہارٹ سرجن اور مزے کی بات یہ کہ دور و نزدیک سے ہماری خاندانی رشتے داری بھی ہے۔“

”اچھا جو بھی ہے، آپ بتائیں شرط منظور ہے۔“ وہ لمبی چوڑی تفصیل سے اکتا گئی۔

”تو جتنی بھولی اور معصوم لگتی ہے اتنی ہے نہیں۔“

”آپ کی ذرہ نوازی ہے جناب!“ اس نے جھکتے ہوئے پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”اچھا دیکھو چائے بنوا کر ادھر بھیج دو۔“ وہ جانے لگے۔

”شرط منظور ہے؟“ وہ پیچھے سے چلائی وہ محض ہاتھ ہلا کر چلے گئے جس سے وہ کچھ بھی اخذ نا کر سکی۔

وہ ابھی ابھی نہا کر نکلی تھی سبز اور گلابی امتزاج کا سوٹ اور ہم رنگ دوپٹہ اس کی شفاف رنگت پر بہت کھل رہا تھا تولیئے سے اچھی طرح بال رگڑ کر کنگھے سے سلجھا کر پشت پر کھلے چھوڑ دیئے، شانے پر دوپٹہ ٹکاتی زوار شاہ کو تنگ کرنے کا خیال دل میں لئے کمرے سے نکل آئی۔

”زوار لالا! زوار لالا!“ حسب عادت چلاتی ہوئی ان کے کمرے میں داخل ہوئی۔

”زوار لالا! آپ......“ باقی الفاظ زبان پر آنے سے پہلے ہی دم توڑ گئے کیونکہ سامنے ہی زوار شاہ کے ساتھ اس کا ازلی دشمن بیٹھا تھا، جہاں وہ دم بخود کھڑی تھی وہاں اس کی آنکھیں بھی حیرت سے کھلی رہ گئیں۔

”کیا بات ہے شازی۔“

”ہاں۔“ وہ چونکی۔

”وہ لالا!“ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔

”کک...... کچھ نہیں۔“ وہ کہہ کر جلدی سے واپس پلٹی۔

”کوئی کام تھا کیا؟“ زوار شاہ نے پوچھا تو وہ مڑی۔

”جی...... جی...... کام، ہاں کام تو تھا لیکن۔“ اس نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔

”بعد میں بتاؤں گی۔“ وہ کہہ کر کمرے سے جانے لگی۔

”اچھا سنو، چائے اور ساتھ کچھ بھیج دو۔“ ان کے کہنے پر اس نے ایک نظر پھر اس کی اور دیکھا شازمہ کے چہرے پر ابھی تک پریشانی کے آثار بہت واضح تھے جب کہ اس کے چہرے پر حیرت کی جگہ دھیمی دھیمی مسکراہٹ نے لے لی اور بڑے اطمینان سے بیٹھا تھا، وہ بنا کچھ کہے واپس آ گئی۔

”ہائے ربا یہ کیا کرنے آیا ہے۔“ وہ اپنے آپ میں بڑبڑائی۔

”میری شکایت لگانے؟ نہیں نہیں ایسا لگتا تو نہیں، اگر ایسا ہے تو میری تو خیر نہیں، پتہ نہیں کیا کرنے آیا ہے۔“ اور پھر وہ بیٹھے بیٹھے ایک دم اچھل پڑی۔

”ہائے ربا کہیں زوار لالا کا دوست تو نہیں؟“ اس کی پریشانی میں مزید اضافہ ہو گیا۔

”خدا نہ کرے، اگر لالا کا دوست ہوا تو؟ اگر اس نے لالا کو بتا دیا کہ میں نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا تھا تو؟“

”ہائے نہیں زوار لالا مجھے زندہ دفن کر دیں گے۔“

”بی بی کیا بات ہے کوئی پریشانی ہے کیا؟“ ملازمہ نے پکوڑے کڑھائی میں سے نکال کر پلیٹ میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں کچھ نہیں تو اپنا کام کر۔“ اس نے بے دھیانی میں لوازمات سے سجی پلیٹوں پر نظر ڈالی اور چونک کر پوچھا۔

”یہ تو اتنا اہتمام کس لئے کر رہی ہے ماسی۔“ اس کی بات پر ماسی نے اچنبھے سے دیکھا۔

”لے بی بی مہمان کی سیوا کرنا تو اس حویلی کی پرانی ریت ہے اور پھر چھوٹے شاہ کے یہ مہمان تو ان کے بڑے خاص پروہنے ہیں جی۔“

اسی وقت کرم داد آ کر لوازمات سے بھری چائے کی ٹرالی لے گیا۔

”کیوں ایسی کیا خاص بات ہے اس میں۔“ وہ چڑ گئی۔

”آئے ہائے بی بی کیا ہو گیا دیکھا نہیں چھوٹے شاہ جی کتنے خوش ہوتے ان کے آنے پر اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ انہیں مہمان خانے میں بٹھانے کی بجائے اپنے کمرے میں لے آتے ہیں۔“ اس نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اس کی طرف دیکھا اور جو بات اس نے نوٹ ہی نہ کی تھی وہ ہی سب سے اہم تھی، زوار لالا چاہے جتنے بھی ملنسار سہی لیکن وہ کبھی اپنے کسی مہمان دوست کو اپنے کمرے تک نہ لائے تھے، جب کہ وہ کتنی بے تکلفی سے وہاں براجمان تھا۔

”تو کیا وہ پہلے بھی یہاں آتا رہتا ہے؟“

”ہاں جی دو تین بار آ چکے ہیں۔“ ماسی نے پکوڑوں کی بھری پلیٹ اور کیچپ اس کے سامنے رکھی۔

”آخر یہ ہے کون؟“ وہ زچ ہو گئی۔

”ٹھہرو بی بی میں بتاتی ہوں۔“ شیلف صاف کرتی ماسی صفائی والا کپڑا رکھ کر اس کے پاس آ بیٹھی۔

”دیکھ دھیئے تیرا جو پردادا تھا ناں اس کو اللہ جنت نصیب کرے ماشا اللہ پنج بھراہ تھے یعنی تیرے دادے کے چار تائے تھے، کچھ ناراضگیاں ہوئی لڑائی جھگڑے ہوئے جائیداد کے بٹوارے پر سب بکھر گئے جس کا جہاں جی چاہا چلا گیا پر دو بھائیوں کا آپس میں سلوک تھا جو زندگی کی آخیر تک رہا۔“

”اچھا پھر کیا ہوا ماسی۔“ وہ بیزار سے لہجے میں گویا ہوئی۔

”بتا تو رہی ہوں دو بھائیوں میں سلوک تھا تو اگاں (آگے چل کر) ان کی اولاد میں بھی تھا

w w w . p a k s o c i e t y . c o m

تیرے پڑدادے کے تایا زاد بھائی کے ساتھ بڑی دوستی تھی پر اب آ گئے "ان" اولادوں میں دوستی تو نا رہی میں ملنا ملانا ہی رہ گیا، اب وہ جو پرلے پینڈ میں تیرا چاچا نواب شاہ رہتا ہے ناں وہ تیرے دادے کے تائے کے پتر کا پتر ہے۔"

شازمہ اتنی لمبی چوڑی تفصیل پر سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

"اور جو پروہنا آیا ہے ناں وہ نواب شاہ کا پتر شاہ زیب شاہ ہے۔" اور وہ کرنٹ کھا کر کرسی سے اچھلی تھی۔

"کیا؟ یہ شاہ زیب شاہ ہے۔"

"ہاں تو اور کیا۔"

"پر ماسی چاچا نواب شاہ کے تو دو ہی بیٹے نہیں تھے یہ تیسرا کہاں سے اُگ آیا۔"

"او جھلیئے نہیں اے چھوٹا جیا ای اپنی خالا کے پاس شہر چلا گیا تھا پڑھنے کا بڑا شوق تھا اسے اور اب تو ماشا اللہ اپنا وڈا ڈاکٹر بن کے آیا ہے اور اب اپنے گاؤں والوں کی خدمت کرے گا۔"

"ہونہہ کرے گا خدمت۔" وہ بڑبڑا کر کچن سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی، لیکن اب اس کی پریشانی سوا ہو چکی تھی۔

"ہائے اللہ اب کیا ہوگا، اگر اس نے لالا کو سب کچھ بتا دیا تو؟"

"لالا تو میرا حویلی سے نکلنا ہی بند کر دیں گے اور اگر ایسا ہوا تو میں مر جاؤں گی۔"

"ہائے اللہ میں کیا کروں۔" وہ کبھی بیٹھ جاتی کبھی اٹھ کر بے چینی سے ٹہلنے لگتی۔

"اس سے معافی مانگ لوں۔"

"نہیں نہیں یہ کیسے ہو سکتا کہ میں اس بدتمیز انسان سے معافی مانگتی پھروں۔"

"پھر، پھر کیا کروں وہ تو ضرور ہی زوار لالا کو بتا دے گا۔"

"اُف میرے خدا میں کیا کروں؟" وہ سر تھام کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"شانو اے شانو کیا ہوا ہے تجھے۔" رانو کی آواز پر چونکی۔

"ہائے رانو تو آ گئی، خدایا تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔" وہ اس سے لپٹ گئی۔

"کیوں کیا ہوا؟"

"سہیلیاں ہوں تو تیرے جیسی، جس وقت یاد کرو اسی وقت آ جاتی ہو۔"

"دیکھ لے پھر مجھے علم ہو جاتا ہے کہ میری شانو نے مجھے یاد کیا ہے۔" وہ اترائی۔

"ہاں مصیبت میں تو ہی ہمیشہ میرے کام آئی ہے۔"

"اللہ نا کرے شانو تجھ پر کون سی مصیبت آن پڑی۔"

"ادھر بیٹھ میں تجھے ایک بڑی خوفناک بات بتاؤں۔"

"ہائے خوفناک بات۔" اس نے فوراً دل تھاما۔

"ہاں۔"

"تجھے پتہ ہے وہ کون ہے؟"

"کون؟"

"وہی جس کے منہ پر میں نے تھپڑ مار دیا تھا، بتایا تو تھا تجھے۔"

"ہاں ہاں کون ہے؟" اور اس کے بتانے پر اس کا منہ کھلا رہ گیا۔

"لیکن پہلے تو اسے کبھی نہیں دیکھا اور پھر امرودوں کے باغ سے اس کا کیا تعلق۔"

"خیر چھوڑ تو یہ بتا مجھے یہ سب کیسے پتہ چلا؟"

"پتہ چلا کو چھوڑ اس وقت اس سے بھی زیادہ خوفناک بات یہ ہے کہ "شاہ زیب شاہ" اس وقت ہمارے گھر میں ہے۔"

"کیا؟ تمہارے گھر۔"

"ہاں زوار لالا کے کمرے میں۔"

"کیوں؟" رانو بھی ایک دم گھبرا گئی۔

"شکایت لگانے آیا ہے کیا۔"

"پتہ نہیں، ہو سکتا ہے لگا دے۔" وہ رونے کو تھی۔

"ہائے اللہ شانو اب کیا ہوگا۔" وہ اس سے بھی زیادہ گھبرا گئی۔

"یہی تو تجھ سے پوچھ رہی ہوں کہ اب کیا ہوگا۔"

"ایسا کر تو معافی مانگ لے۔"

"کیا؟ میں معافی مانگ لوں۔"

"ہاں، تو کیا حرج ہے۔"

"نہیں میں اس سے معافی نہیں مانگوں گی۔"

"اور اگر اس نے شکایت لگا دی تو۔"

"ہائے نہیں رانو، تو کچھ کر ناں۔"

"لے میں کیا کروں بھلا اور میرے کرنے سے کیا ہوگا، بہتر یہی ہے کہ تو اس سے معافی مانگ، اس کے علاوہ چارہ بھی کوئی نہیں ہے، دیکھ اگر اس نے زوار لالا کے ساتھ ساتھ باقی سب کو بھی بتا دیا تو بڑی بے عزتی ہوگی تیری اور سب سے بے عزتی کروانے سے بہتر ہے کہ تو اسی سے معافی مانگ لے۔"

"اچھا لیکن کہوں گی کیا؟"

"لے اب یہ بھی میں ہی بتاؤں۔"

"پھر کون بتائے؟ اور اگر وہ زیادہ سر چڑھ گیا تو۔"

"پھر کی پھر دیکھی جائے گی۔"

"اچھا ٹھیک ہے میں تیری مان لیتی ہوں۔" وہ مرے مرے لہجے میں بولی تھی۔

شازمہ کی عادت تھی کہ وہ جب بھی باہر گھومنے جاتی رستے میں پڑی کوئی پتلی اور لچکدار چھڑی کے پتے صاف کر کے ہاتھ میں لے لیتی تھی، اس وقت بھی رانو اور وہ باغات میں پھر رہی تھیں کہ شانو ٹھٹک کر رک گئی۔

"اے رانو وہ دیکھ۔" اس نے اسے سامنے متوجہ کیا۔

"کیا؟"

"اندھی ہے نظر نہیں آ رہا کہ زوار لالا اور شاہ زیب شاہ چلے آ رہے ہیں؟"

"ہائے اللہ اب کیا ہوگا؟"

"کیا ہوگا؟ گھر تو جانا ہے۔"

"اگر زوار لالا نے ڈانٹا تو۔"

"تو کیا؟ کیا پہلے ہم باہر نہیں آتیں، یہ اتفاق ہے ہمارا کیا قصور۔"

"چلو پھر۔" رانو نے اسے ہولے سے دھکا دیا تو وہ چھڑی لہراتے ہوئے آگے بڑھی۔

"شازی کہاں گھوم رہی ہو۔"

"وہ زوار لالا بس یونہی۔" ان کے نارمل لہجے کے باوجود وہ گھبرا سی گئی۔

"اب یونہی گھومنا پھرنا بند کرو اور گھر جاؤ اور رانو تم بھی اپنے گھر جاؤ۔"

"جا تو رہے ہیں لالا۔" شانو نے بیزار سے لہجے میں کہا اسے زوار لالا کا یوں تنبیہہ کرنا اچھا نہ لگا ہو۔

"اتنا بیزار ہونے کی ضرورت نہیں گھر میں اماں بی بہت غصے میں بیٹھی ہیں ڈانٹ کھانے کے لئے تیار ہو کر جانا۔"

"وہ تو ان کی عادت ہے۔" وہ کہتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

"شانو اب معافی مانگنے کا موقع نہیں ملے گا۔"

"مجھے تو لگتا ہے اس نے بتا دیا ہے ورنہ زوار لالا اس طرح بات نہیں کرتے۔"

"دیکھ کل پوچھیں گے۔"

"اور اگر کل بھی موقع نہ ملا تو۔"

''کبھی تو ملے گا۔''

''اچھا پھر کل میں انتظار کروں گی۔''

''شانو جلدی کر ناں اتنی دیر لگا دی ہے تو نے۔''

''تو کوئی قیامت تو نہیں آ گئی۔'' رانو کب سے آئی بیٹھی تھی لیکن شانو نہا رہی تھی اور اب تولیے سے بال خشک کر رہی تھی۔

''ابھی تو میرے بال خشک ہوں گے چٹیا باندھوں گی پھر ہی باہر جاؤں گی۔''

''تو رہنے دے ناں پتا ہے وقت کیا ہو جائے گا۔''

''زیادہ بکواس نہ کر، تجھے پتہ ہے میں کبھی بال کھول کر حویلی سے باہر نہیں گئی۔''

''کیوں کیا جن چمٹ جائیں گے۔'' وہ ہنسی۔

''پہلے تو اماں بی چمٹ جائیں گی اور یہیں سے پکڑ کر قینچی چلا دیں گی۔''

''اچھا پھر دو چٹیاں نہ باندھنا ورنہ زیادہ دیر ہو جائے گی۔''

''جہاں اتنی دیر ہو گئی ہے، ہاں تھوڑی سی اور سہی۔''

''دو چٹیاں میں تو، تو بالکل بچی لگتی ہے۔''

''اچھا ہے ناں۔''

''اب جلدی بھی کر۔'' شانو نے جلدی جلدی کے لئے بالوں کی ہی دو چٹیاں باندھ لیں۔

''چلو مرو، تیری خاطر کے لئے بال ایسے ہی باندھ لئے ہیں۔''

وہ باتیں کرتی ہوئیں اس جگہ پہنچ گئیں جہاں انہیں امکان تھا کہ شاہ زیب شاہ یہاں مل سکتا ہے، انہوں نے سارا باغ چھان مارا لیکن شاہ زیب شاہ کہیں نظر نہ آیا۔

''میں تھک گئی ہوں شانو۔'' رانو ایک جگہ بیٹھ گئی۔

''رانو یہ باغ تو ٹھیکے دار اللہ وسایا کا ہوتا تھا پر یہ نواب کا بیٹا کیوں اتنی نگرانی کرتا ہے اس کی۔'' وہ بھی اس کے برابر بیٹھ گئی۔

''ابا نے بتایا تھا کہ اس نے یہ باغ پچھلے سال بیچ دیا تھا۔''

''ہاں شاید چاچا نواب نے خرید لیا اسے بڑا شوق ہے اپنی جاگیر بڑھانے کا۔''

''چل رانو واپس چلیں۔''

''ہاں چل لگتا ہے آج وہ نہیں آئے گا۔'' وہ دونوں اٹھ کر چل دیں۔

''اے رانو وہ دیکھ۔''

''ارے ہاں، لگتا تو وہی ہے۔''

''میرا دل کہتا ہے کہ وہی ہے۔''

''اچھا تو اب تیرا دل بھی کچھ کچھ کہتا ہے۔'' رانو نے شرارت سے کہا۔

''بکواس نہ کر اور اسے روک وہ تو جا رہا ہے۔''

''میں کیوں روکوں تو خود جا کر بات کر ناں۔''

''میں اکیلی جاؤں گی۔'' وہ رو دینے کو تھی۔

''ظاہر ہے معافی تجھے مانگنی ہے۔''

''تو میری طرف سے مانگ لے معافی۔''

''لے میں کیوں بھلا۔''

''دیکھ لے، آخر حرج ہی کیا ہے۔'' اس نے منت کی۔

''جا رہا ہے شانو جلدی جا۔''

''اچھا۔'' اس کی کمزور سی آواز نکلی اور مرے مرے قدموں سے اس کی اور بڑھی وہ جاتے جاتے مڑ کر رانو کی طرف دیکھتی تو رانو اسے جلدی جانے کا اشارہ کرتی۔

''سنیں۔'' اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ اسے

کس طرح پکار کر اس کے بڑھتے قدموں کو زنجیر کرے، لیکن اس کا تو ہر لمحہ پہلے ہی اس کی گرفت میں تھا اسے تو ہر پل ہر ساعت اس کی آواز اپنے کانوں میں رس گھولتی ہوئی محسوس ہوئی تھی، اپنا وہم جان کر پلٹ کر دیکھا اور اسے سامنے پا کر آنکھوں میں واضح چمک ابھری تھی۔

''آپ نے ہم سے کچھ کہا۔'' ہونٹوں پر آپوں آپ ہی دلنشین مسکراہٹ در آئی۔

''جج...... جی...... جی...... ہاں۔'' اس نے تھوک نگلا۔

''وہ...... مم...... مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ...... آپ زوار لالا کے دوست ہیں۔'' اس کا یکسر بدلا ہوا گھبرایا ہوا اور شرمندہ انداز اس کے لئے خاصہ دلچسپی کا باعث تھا۔

''اچھا۔'' گہری مسکراہٹ لئے اس نے اپنے مخصوص انداز میں سینے پر ہاتھ باندھ کر درخت سے ٹیک لگائی۔

''وہ...... میں...... آپ سے معافی مانگنے آئی تھی۔''

''معافی، کیوں؟'' وہ متعجب ہوا۔

''آپ نے زوار لالا کو کچھ بتایا تو نہیں۔''

''کیا؟'' وہ انجان بن گیا تو اس نے الجھ کر کوفت زدہ انداز میں اس کی طرف دیکھا لیکن اگلے ہی پل اس کا پرشوق انداز اسے نظر بھی چرانے پر مجبور کر گیا۔

''یہی کہ۔'' اس نے ہاتھوں کو آپس میں بھینچا اور پھر مسل کر جھٹکا اور واپس پلٹ گئی کہ اعتراف جرم کرنا اس کے لئے پل صراط تھا جسے وہ عبور نہ کر سکی۔

''ارے اچھا سنو۔'' وہ جلدی سے سیدھا ہوا اور اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

''وہ دراصل۔'' اس نے سر کھجایا۔

''میں نے تو سب کچھ زوار شاہ کو بتا دیا ہے۔''

''کیا؟ بتا دیا ہے۔'' اس کا رنگ فق ہو گیا، کٹورا نین فوراً بھر آئے۔

''آپ نے یہ اچھا نہیں کیا۔'' بھیگا لہجہ دل کی دنیا تہہ و بالا کر گیا۔

''ارے تم تو رونے لگیں، میں نے تو مذاق کیا تھا، میں نے کچھ بھی نہیں بتایا زوار شاہ کو۔''

''سچ۔'' فوراً ہی اس کا چہرہ پھول کر کھل گیا۔

''ہاں، بالکل سچ۔'' اس کے چہرے پر نظریں جماتے کھوئے کھوئے انداز میں بولا۔

''لیکن اگر فرض کرو کہ میں بتا دوں تو؟''

''نہیں نہیں خدا کے لئے ایسا غضب مت کیجئے گا ورنہ زوار لالا تو مجھے زندہ دفن کر دیں گے ورنہ کم از کم گھر سے نکلنا تو ضرور ہی بند کر دیں گے اور میں قیدی بن کر نہیں رہ سکتی۔'' اس کی آنکھیں پھر لبالب بھر گئیں۔

''اوہو بابا میں کب اسے بتانے چلا ہوں تم آنسو صاف کرو۔'' اس نے جھٹ آنکھیں رگڑ ڈالیں۔

''پھر وعدہ کریں۔''

''پکا وعدہ۔''

''بہت بہت شکریہ۔'' وہ کھلکھلاتے لہجے میں کہتی وہاں سے بھاگ گئی اور وہ کھڑا مسکراتا رہ گیا۔

''ہائے رانو۔'' بھاگنے سے اس کی سانس پھول گئی۔

''رانو اس نے مجھے معاف کر دیا۔'' اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر تیز تیز سانس لیتے ہوئے بتایا۔

''پر تو اتنا گھبرائی ہوئی کیوں ہے۔''

''گھبراہٹ نہیں ہے یہ بھاگ کر آئی ہوں اس لئے۔''

"چل اچھا ہے، معافی تو ملی۔"

"ہاں ایسا لگتا ہے میرے ذہن پر بہت بڑا بوجھ تھا جو آج اتر گیا۔"

"دیکھا میں نے تجھے کہا تھا ناں اس نے کچھ نہیں بتایا ہوگا، وہ ایسا بندہ لگتا ہی نہیں۔"

"جا پرے، ایسا بندہ نہیں ہے۔" شانو نے اس کی نقل اتاری۔

"ایسے دیکھ رہا تھا جیسے کوئی لڑکی دیکھی ہی نا کبھی۔"

"اچھا!"

"تو اور کیا، مجھے تو ڈر ہے وہ زیادہ ہی سر نہ بڑھ جائے۔"

"کچھ نہیں ہوتا تو اب خواہ مخواہ ہی وہم نہ پال۔"

"لیکن رانو اب ہم امرود کیسے توڑیں گے، دیکھو کتنے پکے پکے اور بڑے بڑے لگے ہوئے ہیں۔"

"میرا جی چاہ رہا ہے توڑ لوں اور گھر جا کر نمک مرچ اور لیموں نچوڑ کر کھاؤں ہائے کتنا مزا آئے گا۔" اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔

"پاگل ہوئی ہے ابھی اس سے معافی مانگی ہے اور تو ابھی ستیاناس کرا لے۔"

"وہ تو چلا گیا ہے۔" اس نے لاپرواہی سے کہہ کر امرود کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"شانو نہ کر۔" رانو نے اس کا بازو پکڑ کر نیچے کیا۔

"کیا ہے تجھے! میرا جی چاہ رہا ہے میں توڑوں گی اور ضرور توڑوں گی۔"

"تو توڑو پھر میں...... میں...... مجھے مت کہنا، جا رہی ہوں میں۔"

"جا دفع ہو۔" اس نے کہتے ہوئے ہاتھ بڑھا دیا رانو اسے غصے سے دیکھ کر چلی گئی لیکن اسے پرواہ نہ تھی امرودوں کی طرف دیکھ منہ میں پانی بھر رہا تھا اس نے تین چار توڑ لئے ابھی اور بھی توڑنے کا ارادہ تھا کہ وہ ایک دم ہی سامنے آ گیا، وہ گھبرا گئی اور تمام امرود ہاتھوں سے گر گئے۔

"تم نے ابھی مجھ سے معافی مانگی تھی۔"

"آ...... آپ ابھی گئے نہیں۔"

"اب تو میں ضرور تمہاری شکایت کروں گا۔" اس نے کہا تو وہ جلدی سے امرود اکٹھے کرنے لگی جب کہ وہ جانے کے لئے قدم بڑھا چکا تھا۔

"سنیں، دیکھیں رکیں پلیز۔" اس نے سارے امرود دوپٹے میں ڈالے اور اس کے پیچھے بھاگی لیکن وہ اس کے پکارنے پر بھی نہ رکا تو وہ بھاگ کر اس کے سامنے آ گئی تو اس کے بڑھتے قدم خود بخود رک گئے۔

"آپ لے لیں۔" اس نے امرود اس کی طرف بڑھائے تو اس نے لے لئے۔

"لیکن زوار لالا سے کچھ مت کہیے گا۔" اب اس نے با قاعدہ ہاتھ جوڑ دیئے۔

شاہ زیب شاہ کو وہ اس وقت اتنی معصوم اور پیاری لگی کہ اس کا دل چاہا اسے ساری دنیا سے چھپا کر اپنے دل میں بسا لے وہ بے ساختگی کے عالم میں اسے دیکھتا رہ گیا، اسے یوں اپنی طرف دیکھتا پا کر بھاگ گئی۔

"آ گئی ہے تو، کہاں گئی تھی۔" اماں بی جو سامنے ہی بڑے دالان میں تخت پر بیٹھی کسی دوپٹے پر کچھ ٹانکنے میں مصروف تھیں اپنا چشمہ صحیح کرتی ہوئی بولیں۔

"کہاں جانا تھا اماں بی، باہر ہی گئی تھی۔" اس کا لہجہ وانداز بیزار سا تھا۔

"بہت پھرتی ہے تو، آنے دے آج تیرے باپ کو کہوں گی اس سے، اس لڑکی کا کچھ کر لے۔"

"آپ کو تو ایک ہی بات آتی ہے اماں بی اس کے علاوہ تو کچھ اور سوجھتا ہی نہیں۔" اس کا لہجہ مسلسل بیزاری لئے ہوئے تھا۔

"آج کس سے جھگڑا کر کے آئی ہے تو، بہت سر چڑھا رکھا ہے تیرے باپ اور بھائی نے تجھے۔" اماں بی کو اس کے اس انداز پر حیرت ہوئی تھی، کیونکہ اس سے پہلے جب بھی وہ ایسی بات کرتیں تو وہ لاڈ سے ان کے گلے میں باہیں ڈال کر انہیں منا لیا کرتی تھی اور ان کے غصے کو ہنسی میں بدل کر ہی دم لیتی۔

"قسم سے اماں بی آج تو میں نے کسی سے جھگڑا نہیں لیا بلکہ آج تو معافی مانگی ہے۔"

"ہیں، معافی، کس سے مانگی ہے تو نے معافی؟" انہیں جھٹکا لگا۔

"ضرور کوئی بڑا نقصان کر کے آئی ہو گی اور پھر معافی مانگ لی کہ تیرے بابا سے شکایت نہ کر دے۔"

"اماں بی یہ کیا بنا رہی ہیں آپ؟" اس نے دوپٹہ پھیلاتے ہوئے کہا جو کہ اب تقریباً مکمل تھا۔ اماں بی نے دوپٹہ اٹھا کر اس کے اوپر ڈال دیا۔

"جب میری شانو دلہن بنے گی تو کتنی پیاری لگے گی۔" اماں بی صدقہ اتارتی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا لیکن شاید اس کا سارا دھیان دوپٹے کی طرف تھا، جسے وہ بڑے شوق سے دیکھ رہی تھی۔

"ماشاءاللہ نظر نہ لگے۔"

"ہے کس کا اماں بی؟"

"تیرا ہے۔"

"ہائے سچ میرا ہے۔"

"ارے یہ کیا ہو رہا ہے بھئی۔" زوار شاہ کی مسکراتی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تو اس نے نظریں اٹھائیں۔

"میں کیسی لگ رہی ہوں لالا!"

"جب ہماری شانو دلہن بنے گی تو تب اوڑھے گی۔" شانو کا یہ سننا تھا کہ دوپٹہ فوراً جھٹک دیا۔

"مجھے نہیں بننا وننا دلہن سمجھیں آپ۔"

"ایسے نہیں کہتے شازی بری بات ہے۔" زوار شاہ کو اس کا بدتمیز لہجہ پسند نہ آیا تو نرمی سے ٹوک دیا۔

"اے ہے، تیرا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا، جو یوں پاگلوں جیسی باتیں کرتی ہے۔"

"توبہ ہے آج کل کی لڑکیاں چار جماعتیں پڑھ کر سمجھتیں ہیں کہ سب سے بڑی عقل مند ہو گئیں ہیں، ان کے دیدوں کا تو پانی ہی مر گیا ہے، آنے دے تیرے بابا کو کہہ دیتی ہوں بیٹی کے ہاتھ پیلے کر دے، خدا خیر رکھے کیوں نہیں بننا دلہن کیسے منہ پھاڑ کر کہہ دیا دلہن نہیں بننا۔" اماں بی اس کے ایک جملے پر ہی ہول گئی تھیں اسے اچھی خاصی جھاڑ پلا دی۔

"اماں بھی آخر آپ میرے ہی پیچھے کیوں پڑیں ہیں، یہ نظر نہیں آتے آپ کو۔"

اس نے اماں بی کی برستی توپوں کا رخ ان کی جانب موڑنا چاہا تھا لیکن ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

"اے لڑکی کوئی ضرورت نہیں ہے میرے ساتھ بدزبانی کرنے کی اور ہاں اگر باپ کے سامنے یہ زبان چلائی تو گلا دبا دے گا تیرا۔"

"جی نہیں میرے بابا ایسے جاہل نہیں ہیں، وہ پڑھے لکھے سلجھے ہوئے اچھی سوچ رکھنے والے بہت اچھے انسان ہیں۔"

"بھئی کون بہت اچھا انسان ہے۔" ظہور شاہ مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوئے انہوں نے دور سے اس کا آخری جملہ سن لیا تھا۔

"دیکھیں نا بابا اماں بی کیسی باتیں کرتیں

ہیں۔'' شانو نے فوراً ان کے پاس جا کر شکایت لگائی جب کہ زوار شاہ باپ کے ادب میں کھڑے ہو گئے۔

''ہاں ہاں لگا لے میری شکایتیں، دیکھ ظہور شاہ بہت سر چڑھا رکھا ہے تو نے اپنی بیٹی کو۔''

''کیوں اماں ایسا کیا کر دیا ہے ہماری جان عزیز نے۔'' ظہور شاہ مسکراتے ہوئے شانو کو اپنے بازو کے حصار میں لئے اماں بی کے پاس ہی تخت پر بیٹھ گئے۔

''غضب خدا کا، ہمارے زمانے میں تو لڑکیاں گھروں سے باہر جھانکتی تک نہ تھیں، ہم نے تو حویلی کے باہر کی دنیا دیکھی تک نہیں تھی اور یہ سارا دن شتر بے مہار کی طرح باہر پھرتی ہے اور کوئی روکنے ٹوکنے والا ہی نہیں۔''

''اماں بی وہ زمانہ اور تھا اور یہ زمانہ اور۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے ماں کو بہلایا، ان کے چہرے پر ہر دم سجی رہنے والی یہ مسکراہٹ ان کی شخصیت کا خاصہ تھی۔

''میں تو کہتی ہوں اب اس کے بارے میں کچھ سوچ اور کوئی اچھا سا رشتہ دیکھ کر اس کی شادی کر دے۔''

''ارے اماں، کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ ابھی ہماری شازی کی عمر ہی کیا ہے۔'' ظہور شاہ نے کہا تو شانو نے مسکراتے ہوئے سامنے بیٹھے زوار شاہ کو منہ چڑایا جس کا جواب انہوں نے بھی ویسا ہی دیا۔

''بابا دیکھیں لالا مجھے منہ چڑا رہے ہیں۔''

''کیا، میں نے منہ چڑایا ہے۔'' خفت و غصے سے فوراً بولا۔

''بابا اماں بی ٹھیک کہہ رہی ہیں، اب اسے اس گھر سے چلتا کریں ہر وقت کان کھاتی رہتی ہے۔''

''میں اتنی آسانی سے جانے والی نہیں ہوں جناب! پہلے اس گھر میں بھابھی آئیں گی پھر میں ان سے ناز اٹھواؤں گی، کیوں بابا۔''

''ہاں...... ہاں...... بالکل...... بالکل۔'' ظہور شاہ نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے اسے تسلی دی۔

''ابھی وہ لڑکی پیدا ہی نہیں ہوئی جو تمہاری بھابھی بنے۔'' زوار شاہ نے کہا تو اس کی کھلکھلاہٹوں کے جلترنگ سے حویلی کے در و دیوار گونج اٹھے۔

''ارے لالا آپ کیا کسی کاکی منی سے شادی کریں گے۔''

''چھوٹے شاہ جی آپ کے دوست شاہ زیب شاہ آئے ہیں۔'' اسی دم ملازم نے آ کر بتایا۔

''ارے شاہ زیب شاہ آیا ہے تو اسے یہیں لے آ اس سے کیسا پردہ اپنے گھر کا بچہ ہے۔'' زوار شاہ کی بجائے اماں بی نے کہا تو ملازم نے اجازت طلب نگاہوں سے ظہور شاہ کی جانب دیکھا۔

''ہاں ہاں کرم دادا سے یہیں لے آؤ۔'' ان کی اجازت دینے پر شازمہ نے بالکل غیر محسوس انداز میں پھیلا ہوا زرتار دوپٹہ سمیٹ کر اپنے پیچھے چھپا لیا۔

''تو کہتا ہے ابھی اس کی عمر کیا ہے، پتہ ہے جب میں اس کی عمر کی تھی تو، تو میری گود میں تھا۔''

''اماں بی وہ پرانے زمانے کی باتیں ہیں اب دور بدل گیا ہے۔''

''دور بدل گیا ہے انسان تو وہی ہیں۔''

''اپنا ایمان کامل ہونا چاہیے اماں بی، باقی زمانہ کچھ نہیں کہتا اور مجھے اپنی اولاد پر پورا اعتماد ہے۔''

شازمہ جو کچھ پریشان سی بیٹھی تھی بابا کی بات پر پھیکا سا ہنسی تھی، اس کا جی تو چاہا کہ وہ وہاں سے چلی جائے لیکن بابا کا ہاتھ ابھی تک اس کے شانے پر تھا۔

''اسلام وعلیکم!''

''وعلیکم السلام!'' سب نے ایک ساتھ جواب دیا۔

زوار شاہ نے اٹھ کر اس سے ہاتھ ملایا ظہور شاہ نے گلے لگایا اور اماں بی نے اس کے سر پر پیار دیا۔

''جیتا رہ بیٹا، خدا تجھے خوش رکھے۔'' اماں بی نے دعا دی۔

''بیٹھو بیٹا۔'' ظہور شاہ نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''جاؤ شازی بیٹا چائے بنا لاؤ۔'' اور وہ تو جیسے منتظر ہی تھی فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تو وہ لبوں پر شرارتی مسکراہٹ دبا کر رہ گیا۔

''ابھی وہ چائے کا پانی رکھ ہی رہی تھی کہ ملازمہ ایک بڑا سا ٹوکرا اٹھائے چلی آئی۔''

''شاہ بی بی، یہ امرود شاہ جی کے دوست لائے ہیں۔''

''امرود۔'' اس کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔

وہ فوراً ہی اس ٹوکرے کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس نے جلدی جلدی پلیٹ بھر کر امرود کاٹے چار پانچ لیموں فریج سے نکال کر نچوڑ خوب نمک مرچ چھڑک کر اچھی طرح مکس کرتی اپنے کمرے میں چلی آئی۔

''ہائے رانو اس وقت تو بھی ہوتی تو کتنا مزا آتا۔''

''اچھا تو اکیلے اکیلے ہی عیاشیاں ہو رہی ہیں۔'' رانو کی آواز اسے چونکا گئی۔

''ہائے رانو، سچ ابھی تجھے ہی یاد کیا تھا۔''

''میں نے سوچا محترمہ کی خیر و عافیت معلوم کر آؤں کو صحیح سلامت گھر پہنچی سلامت گھر پہنچی کہ نہیں۔''

''کیوں مجھے کیا ہونا تھا اور دیکھ شاہ زیب شاہ اتنے امرود لایا ہے۔''

''ہاں دیکھا ہے میں نے اسے باہر میں تو سمجھی تجھے کان سے پکڑ کر ساتھ لایا ہو گا شکایت کرنے۔''

''چل ہٹ پرے، بھلا اتنی ہمت ہے کسی میں لیکن میں نے چار امرود توڑے تھے، اس نے دیکھ لیا اور شکایت لگانے کی دھمکی دیے کر سارے لئے اور اب اتنے ڈھیر سارے خود ہی لے آیا۔''

''رحم آ گیا ہو گا تجھ پر، آخر انسان ہے، سینے میں دل رکھتا ہے۔'' رانو نے معنی خیز مسکراہٹ لئے کہا۔

''ہو سکتا ہے۔'' شانو نا سمجھتے ہوئے لاپروائی سے کہا اور امرود کھانے میں مگن ہو گئی۔

''ہائے اللہ امی، کوئی ہے، ہائے میں مر رہی ہوں، کوئی نہیں سنتا۔''

''ہائے اللہ میں مر گئی مجھے بچاؤ، بچاؤ مجھے۔'' شازمہ زمین پر بیٹھی مسلسل چلا رہی تھی، اس کی آنکھوں سے ایک تواتر سے آنسو بہہ رہے تھے۔

''کوئی بھی نہیں ہے کیا یہاں جو مجھے بچائے۔'' وہ روتے ہوئے ایک بار پھر پوری طاقت سے چلائی، کبھی وہ اپنے پاؤں کی طرف دیکھتی اور کبھی ادھر ادھر اس کے پاؤں میں جنگلی کانٹا چبھ گیا تھا جس کے باعث وہ سخت تکلیف میں تھی۔

''ہائے، بچاؤ بچاؤ مجھے میں مر رہی ہوں۔'' اس نے پھر ادھر ادھر دیکھا لیکن کوئی نظر نہ آیا تو بے بسی سے پھوٹ پھوٹ کر رو دی، پاؤں میں چبھا کانٹا خود ہی نکالنے کی کوشش کی، سسک کر رہ گئی۔

"ہائے مر گئی، مر گیا ہے سارا جہان کوئی بھی نہیں سنتا میری۔" وہ غصے اور بے بسی سے چلائی اور پھر آنسو بہاتی نگاہیں ایک جگہ ٹک گئیں، شاہ زیب شاہ پینٹ کی جیبوں میں ڈالے چلا آ رہا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر پھر چیخی۔

"ہائے مر گئی میں بچاؤ مجھے۔" اس کی چیخ و پکار سن کر اس کی رفتار میں تیزی آ گئی۔

"کیا قیامت آ گئی ہے، کیوں شور مچایا ہوا ہے، سارا جہاں سر پر اٹھا رکھا ہے تم نے۔" وہ اس کے قریب پہنچ کر بولا تھا۔

"نظر نہیں آ رہا آپ کو، میرے پاؤں میں کانٹا لگ گیا ہے۔"

"اور پھرو ننگے پاؤں یوں بالکل تنہا اسی طرح کسی دن کسی گہری کھائی میں جا گری ناں تو کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو گی۔"

"آپ کو نصیحتیں سوجھ رہی ہیں اور میرا تکلیف سے حشر ہو رہا ہے۔"

"لاؤ دکھاؤ، ہم بھی دیکھیں کسی قیامت آئی ہے۔" وہ اس کے قریب پنجوں کے بل بیٹھ گیا تو اس نے اپنا پاؤں آگے کیا۔

"چچ چچ چچ، یہ تو واقعی ننھی سی جان پر ظلم ہو رہا ہے۔" اس نے اس کے پاؤں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تو آپ کا کیا مطلب ہے میں مذاق کر رہی ہوں۔" شانو کے غصے پر وہ مسکرا دیا۔

"دس۔" اس نے کانٹے کو چھوا ہی کر اس کی سسکاری نکل گئی۔

"اب تھوڑی سی تکلیف تو سہنا پڑے گی ورنہ اس طرح تو کام نہیں بنے گا۔" اس کے آنسو جو کچھ تھم گئے تھے، پھر بہنے لگے، لیکن اس نے پروا کیے بغیر ذرا سا زور لگا کر وہ کانٹا نکال دیا تو اس کی چیخ نکل گئی۔

"انتہائی سنگدل انسان ہیں آپ۔" اس نے لبالب بھری آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا تو ان سمندروں میں اس کا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔ وہ فوراً نظریں چرا گیا۔

"کمال ہے بھئی ایک تو بھلا کرو اور دوسرے سنگدل بھی کہلاؤ۔"

"دیکھیں کتنا خون بہہ رہا ہے۔" اس کا لہجہ غمگین تھا۔

"تو کون کہتا ہے ننگے پاؤں پھرا کرو، تمہیں الجھن نہیں ہوتی اس طرح پھرنے سے؟" اس نے اٹھتے ہوئے ناک سکیڑ کر کہا۔

"الجھن کیوں ہو گی؟"

"بس مجھ سے نہیں پہنا جاتا جوتا۔" اس نے اپنے پاؤں کا معائنہ کرتے ہوئے کہا۔

"تمہارے پاؤں گندے نہیں ہوتے۔"

"پاؤں کیوں گندے ہوں گے دیکھیں ہر طرف تو سر سبز گھاس پھیلا ہوا ہے، کوئی گندے ہیں میرے پاؤں؟" اس نے اپنے گلابی پاؤں اس کے آگے کر دیئے، وہ اس کے معصوم انداز پر دیکھ کر رہ گیا۔

"اب یونہی دیکھتے رہیں گے کہ مجھے اٹھائیں گے بھی۔"

"میں اٹھاؤں تمہیں۔" اس کے لہجے میں بلا کی حیرانگی تھی۔

"نہیں تو اللہ میاں سے کہیں مجھے اٹھائے۔" وہ تڑخ کر بولی۔

"خدا نہ کرے، اللہ اٹھائے تمہارے دشمنوں کو۔"

"نہیں، آپ تو یہی چاہتے ہیں۔"

"کاش کہ تم سمجھ سکتی کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔" وہ زیر لب بڑبڑایا اور پھر فوراً بولا۔

"اچھا لاؤ اپنا ہاتھ دو۔" اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔

"کیوں؟ میں کیوں دوں اپنا ہاتھ۔" اس

نے بے ساختہ کہا تو وہ اس کی بیوقوفی پر سوچ کر رہ گیا۔

"اب میں تمہیں گود میں اٹھانے سے تو رہا۔"

"بہت بدتمیز ہیں آپ۔" وہ خفا ہو گئی۔

"اچھا مت دو اپنا ہاتھ، میرا ہاتھ لے لو۔" اس نے ایک دفعہ پھر اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے مسکرا کر کہا، وہ چند ثانیے کچھ سوچتی رہی ایک لمحے کو اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں یہ ہوئی نا بات۔"

"خواہ مخواہ میرا ہاتھ مانگ رہے تھے۔" اس نے اپنا نازک سا ہاتھ شاہ زیب شاہ کے ہاتھ میں دے دیا جس سے اس نے مضبوطی سے تھام لیا۔ اسے اس کی معصومیت و سادگی پر بے انتہا پیار آ گیا۔ ہونٹوں پر مچلتی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی، ذرا سی ہی قوت لگانے پر وہ کومل سے نازک لڑکی اٹھ کھڑی ہوئی اور درخت کے ساتھ ٹیک لگا لی۔

"اب چھوڑیں بھی میرا ہاتھ۔"

"گر جاؤ گی۔"

"جی نہیں، اب ایسی بھی نازک نہیں ہوں میں کہ اپنے پاؤں پر کھڑی بھی نہ ہو سکوں، چھوڑیں۔"

"اب یہ ہاتھ کبھی نہیں چھوڑوں گا۔" اس نے نگاہوں میں محبت کے تمام رنگ جھلکاتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"عجیب انسان ہیں آپ، آپ کو مدد کے لئے پکارا تھا لیکن آپ بدمعاشی پر اتر آئے ہیں۔" اس نے اپنا مضبوطی سے تھاما ہاتھ کھینچتے ہوئے کہا تو اس نے قہقہہ لگا کر ہاتھ چھوڑ دیا، وہ اپنا پاؤں اوپر اٹھا کر دیکھنے لگی۔

"لگتا ہے تم لینے والوں میں سے ہو دینے والوں میں سے نہیں۔" اس نے بھی اس درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر ہاتھ سینے پر باندھ لئے۔

"کیا مطلب ہے آپ کا۔" اس نے خفگی سے اس کی جانب دیکھا۔

"مطلب یہ کہ تم نے اپنا ہاتھ دیا نہیں اور میرا لے لیا۔" اس نے لمبی سانس کھینچ کر اس ناقص العقل کو سمجھایا۔

"ہاں، خود تو بڑے سخی ہیں جیسے دو امرود توڑنے نہیں دیتے۔"

"ہم تو سخیوں کے سخی ہوں جناب! آپ کچھ مانگ کر تو دیکھیں، لیکن شاید آپ تو چھین لینے کے عادی ہیں۔" وہ اس کے بالکل قریب درخت پر ہاتھ رکھ کر اس کی شفاف آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

"تو سر پر کیوں چڑھتے آ رہے ہیں پیچھے ہٹ کر بات کریں۔"

"ہم پیچھے رہنے والوں میں سے نہیں محترمہ شازمہ شاہ ہم تو سب سے پہلے امیدوار ہیں آپ کے۔" وہ مسلسل براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا یکدم ہی کسی احساس کے تحت وہ نظریں چرا گئی۔

"دیکھیں کتنا خون نکل رہا ہے۔" اس نے کہہ کر اس کے ساتھ ساتھ اپنی بھی توجہ ہٹائی تھی۔

"اوں، اچھا۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا اور جیب سے اپنا رومال نکال کر اسے طے کر کے پٹی سے بنائی اور شانوں کے پاؤں پر رکھنے لگا تو اس نے فوراً پاؤں نیچے کر لیا۔

"کیوں کیا ہوا؟" وہ حیرانی سے بولا اس نے ایک نظر اس کی جانب دیکھا اور ایک جھٹکے سے دوبارہ زمین پر بیٹھ گئی۔ پتا اٹھا کر پاؤں صاف کرنے لگی، وہ معصوم ضرور تھی لیکن اتنی بھی بیوقوف نہ تھی کہ اس کی کوئی نشانی لئے گھر چلی جاتی، پاؤں صاف کرتے ہوئے وہ نظروں کے ارتکاز کو خود پر محسوس کر رہی تھی، ان دونوں کو

www.paksociety.com
www.paksociety.com

احساس ہی نا ہوا کہ رانو کب ان کے قریب چلی آئی۔

”اے شانو تو یہاں بیٹھی کیا کر رہی ہے۔“ اس کی آواز پر دونوں چونکے تھے۔

”ہائے رانو اچھا ہوا تو آ گئی، دیکھ میرے پاؤں میں کانٹا لگ گیا ہے۔“

”کانٹا نکل گیا کیا؟“

”ہاں، انہوں نے نکالا ہے اتنی زور سے کھینچا کہ میری چیخ نکل گئی، سنگدل انسان۔“ اس نے شاہ زیب شاہ کی جانب شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھا تو رانو اٹھ کر اس کے پاس کھڑی ہو گئی۔

”آپ کا بہت بہت شکریہ شاہ زیب لالا، آپ نے میری سہیلی کی مدد کی۔“

”واہ آپ کی دوست تو مجھے سنگدل کہہ رہی ہے اور آپ......“

”یہ تو پاگل ہے۔“ اس نے شانو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو پھر پتے سے پاؤں صاف کر رہی تھی۔

”آپ اس کی باتوں کا برا مت مانا کریں۔“

”اچھا اب زیادہ بک بک نہ کر اور مجھے گھر لے چل۔“

”چل اٹھ۔“ رانو نے اسے سہارا دے کر اٹھایا اور وہ لنگڑاتی ہوئی اس کا آسرا لئے چلی گئی۔

”تجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا شانو کم از کم اس کا شکریہ تو ادا کر دیتی۔“

”کیوں کر دیتی شکریہ ادا، اتنی سی مدد کرنے پر سمجھتا ہے بہت بڑا احسان کر رہا ہو، دیکھا نہیں تھا ایسے دیکھ رہا تھا جیسے سالم نگل جانا ہو، یا پھر پہلے کبھی دیکھا ہی نہ ہو۔“

”ہو سکتا ہے تو اسے ہر دفعہ پہلے سے مختلف نظر آتی ہو۔“ رانو نے شرارت سے کہا۔

”بکواس نہ کیا کر، میرا تو جی چاہ رہا تھا اس کا سر پھاڑ دوں۔“

”کیوں ایسا کیا کہہ دیا اس نے۔“ اس کے پوچھنے پر اس کی کہی تمام باتیں رانو کے گوش گزار کیں۔ اتنے میں حویلی آ گئی اس نے رانو کا سہارا چھوڑ کر صحیح طریقے سے چلنے کی کوشش کی کہ اگر کہیں کسی ملازم نے دیکھ لیا تو فوراً اماں بی کو مطلع کر دے گا اور اماں بی جو اس کی چھوٹی سے چھوٹی تکلیف برداشت نہیں کر سکتیں تھی وہ انہیں پریشان نہ کرنا چاہتی تھی، لیکن اتفاق سے ان کا سامنا کسی سے نہ ہوا اور بخیریت اپنے کمرے تک آ گئی اور آتے ہی بیڈ پر بیٹھ گئی۔

”سچ پوچھو تو رانو مجھے اس کی نگاہوں سے بہت خوف آتا ہے۔“ اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھے جگ میں سے گلاس میں پانی انڈیلا۔

”کیوں اتنی تو خوبصورت آنکھیں ہیں اس کی۔“

”بس مجھے نہیں پتہ، نجانے کیوں میں اس سے نظر ملا کر بات نہیں کر پاتی۔“ اس نے گلاس بھر کر اس کی طرف بڑھایا۔

”مجھ سے اس کی بولتی نگاہوں میں زیادہ دیر دیکھا نہیں جاتا۔“ اس نے اپنی پریشانی واضح کی۔

”اس لئے کہ شاید تو اس کی بولتی نگاہوں کا مطلب سمجھنا نہیں چاہتی، ہو سکتا ہے وہ تجھے نگاہوں کے ذریعے کوئی پیغام دینا چاہتا ہو کچھ اظہار کرنا چاہتا ہو۔“ رانو کے معنی خیز لہجے پر اس نے غصے سے دیکھا۔

”محبت کا اظہار۔“ اس نے شرارت سے اپنی بات واضح کی۔

”تو بہت بکواس کرنے لگی ہے رانو۔“

”یہ بکواس نہیں ہے شانو۔“ وہ سنجیدہ ہو گئی۔

”مجھے ایسے لگتا ہے جیسے وہ تجھے چاہنے لگا ہے تجھ سے محبت ہو گئی ہے اسے، تو خود ہی تو کہہ رہی ہے اس کی نگاہیں بولتی ہیں۔“

”وہ زبان سے اظہار نہیں کرتا لیکن میں نے دیکھا اس کے ہر انداز میں تیرے لئے وارفتگی ہے وہ اپنی آنکھوں میں محبت کے سارے رنگ بھر کر تیری جانب دیکھتا ہے، ابھی وہ خاموش ہے لیکن دیکھ لینا ایک دن وہ اپنی محبت کا اظہار ضرور کرے گا۔“

”تیرا تو دماغ خراب ہو گیا ہے پاگل ہو گئی ہے تو......“

”ہاں تو، تو یہی کہے گی تو کیا جانے محبت کیا ہوتی ہے تو نے کبھی کسی سے محبت کی ہو تو پھر ہے ناں۔“

”ہٹ پرے، میں نے ایسے شوق نہیں پال رکھے فضول ہے سب کچھ۔“

”محبت شوق سے کی جاتی ہے؟“ رانو نے حد درجہ تاسف سے کہا۔

”ویسے ایک بات تو بتا رانو۔“ اس نے دراز میں سے دوا اور روئی نکالتے ہوئے کہا۔

”تجھے آخر اپنے اس لمبوترے منگیتر میں کیا نظر آتا ہے جو تو اس کے پیچھے یوں دیوانی ہوتی پھرتی ہے۔“

”ہائے، شانو تو کبھی اسے میری نگاہوں سے دیکھ، تو تجھے پتہ چلے کہ وہ میرے لئے کیا ہے۔“

”کیوں، میں کیوں تیری نگاہوں سے اسے دیکھوں خدا نے مجھے اتنی بڑی بڑی آنکھیں کس لئے دی ہیں۔“ وہ روئی سے اپنا پاؤں صاف کرنے لگی۔

”ہاں، شاید شاہ زیب شاہ انہیں بڑی بڑی آنکھوں پر ہی مرمٹا ہے۔“ اس نے پھر شرارت کی۔

”تو نہیں سمجھے گی شانو، لیکن میری بات کان کھول کر سن لے شاہ زیب شاہ کو واقعی تجھ سے محبت......“

”میری بلا سے۔“ شانو نے درمیان میں بات کاٹی لیکن رانو نے بھی اپنی بات مکمل کی۔

”دیکھ لینا ایک دن اس کی بولتی نگاہوں کے ساتھ ساتھ تو بھی بولے گی تیرا دل بھی بولے گا۔“

”نہیں رانو جان۔“ وہ بیڈ پر لیٹ گئی تھی۔

”یہ دل آج تک صرف تجھ پر آیا ہے اور اب اس میں کسی کے لئے گنجائش نہیں ہے۔“

”میری بات اور ہے شانو، میں لڑکی ہوں آج نہیں تو کل تیرا ساتھ چھوڑ جاؤں گی اور ایک نا ایک دن اس گھر سے جانا ہے کسی کے ساتھ۔“

”اچھا بس ایسی باتیں کر کے دل نہ دکھا میرا تجھے تیرا منگیتر پیارا ہو گا پر مجھے......“

”دیکھ شانو تو ہر وقت میری محبت کا مذاق اڑاتی ہے ناں، تو میں دعا کرتی ہوں تجھے بھی شاہ زیب شاہ سے اتنی محبت ہو جائے کہ تو اس کے بنا زندگی گزارنے کا تصور بھی نہ کر سکے۔“

”لیکن شانو میں تجھے بددعا نہیں دوں گی کہ وہ تجھے نہ ملے، خدا سے میری دعا ہے کہ تجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کا ساتھ مل جائے۔“ رانو کے لہجے میں محبت تھی بے قراری کا خلوص تھا تڑپ تھی، بولتے بولتے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تو اسے جلدی سے دوپٹے سے آنکھیں صاف کر کے شانو کی طرف مڑی وہ لاپروائی سے مسکرا رہی تھی کیونکہ یہ آج کی بات نہیں تھی شانو جب بھی اس کا مذاق اڑاتی تھی وہ اسے ایسی ہی دعائیں دیتی تھی، لیکن پہلے وہ کسی کا نام نہ لیتی تھی اور آج ان دعاؤں میں شاہ زیب شاہ کا نام شامل ہو گیا تھا، لیکن شانو پر کسی بات کا بھی اثر نہ ہوا کہ اس کے نزدیک یہ سب فضول تھا۔

''خوش فہمی ہے آپ کی۔'' زوار شاہ نے اسے چڑایا۔

''اچھا دیکھا جائے گا ایک بار وہ آ تو جائیں، آپ یہ بتائیں کہ آپ کی وہ خاص چیز مکمل ہوئی یا نہیں۔''

''ابھی تو نہیں۔''

''آخر ہے کیا۔'' وہ بیزاری سے بولی۔

''بس اب زیادہ پوچھ گچھ نہیں۔''

''کوئی خاص چیز ہی لگتی ہے۔'' اس نے شرارت آمیز انداز میں کہا۔

''تو، تو باز نہیں آئے گی۔'' انہوں نے اس کے کھلے ہوئے خوبصورت بالوں کو پکڑ لیا۔

''تو پھر آپ بتاتے کیوں نہیں ہیں۔''

''کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔'' شاہ زیب شاہ دروازے میں کھڑا مسکرا رہا تھا، دونوں نے چونک کر دیکھا اور زوار شاہ نے فوراً اس کے بال چھوڑ دیئے۔

''ارے زیب شاہ! آؤ یار بڑے دنوں بعد آئے۔'' انہوں نے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔

''بالکل ٹھیک وقت پر آئے ہیں۔'' شازمہ اپنے بال سہلاتے ہوئے بڑبڑائی۔

''گڑیا جاؤ چائے بنا کر لاؤ۔''

''آئی ایم سوری، میں نہیں بنا سکتی، سکینہ سے کہہ کر بنوا لیجئے، میں رانو کی طرف جا رہی ہوں۔'' وہ اپنی ناراضگی دکھاتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔

''ارے سنو تو۔'' لیکن وہ رکی نہیں۔

''یار میں کسی سے چائے کا کہہ کر آتا ہوں، بلکہ ایسا کرتے ہیں اماں بی کے پاس چلتے ہیں۔'' شاید انہیں ڈر تھا کہ وہ ان کی غیر موجودگی سے کینوس سے کپڑا اٹھا کر دیکھ نا لے۔

''زوار لالا! زوار لالا!'' وہ خوشی سے چیختی چلاتی بھاگتی ہوئی اسٹوڈیو پہنچی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ سارا دن کی مصروفیت کے بعد فراغت کا زیادہ تر ان کا وقت اسٹوڈیو میں گزرتا تھا، زوار شاہ جو کہ اپنی خاص چیز بنانے میں بری طرح مگن تھے اس کی آندھی طوفان والی آمد پر گھبرا کر اس کے اندر داخل ہونے سے پہلے کینوس پر کپڑا ڈال چکے تھے۔

''اُف میرے خدا، تمہاری آمد کسی قیامت سے کم نہیں ہوتی شازی۔'' لیکن وہ ان کی سننے کی بجائے اپنی دھونکنی کی طرح چلتی تیز سانس کو ہموار کرتے ہوئے بولنے لگی۔

''زوار لالا! ابھی ابھی لاہور سے فون آیا ہے۔''

''تو پھر میں کیا کروں۔'' ان کی آواز میں غصے کا عنصر شامل تھا۔

''ارے لالا، شہوار ادی کا فون تھا، ان کے ایگزامز ختم ہو گئے ہیں اور وہ جلد ہی ہمارے ہاں آ رہی ہیں۔'' اس کا جوش و خروش دیکھ کر انہیں بھی اپنا موڈ بدلنا پڑا۔

''جھوٹ ہے یہ سب بہلاوے۔'' وہ ایک طرف رکھے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولے۔

''جناب آپ اپنا وعدہ یاد رکھیئے گا باقی سارا کام میرا۔'' وہ ان کے برابر بیٹھ گئی۔

''وعدہ کیسا وعدہ بھئی۔''

''ارے واہ بھول بھی گئے، شرط نہیں لگائی تھی مجھ سے۔''

''شرط بھی تم نے لگائی اور اب پوری بھی تمہیں ہی کرنا ہے۔''

''وہ تو ہم پوری کوشش کریں گے لالا جی! آپ ایک بار ہامی تو بھریں۔''

''بھئی یہ تو ان کے آنے پر ہی معلوم ہو گا ناں، نجانے وہ مجھے پسند آتی بھی ہے یا نہیں، یا

ہم ہی ان کے معیار پر پورے اترتے ہیں کہ نہیں۔''

''یہ تو سب بہانے ہیں۔'' اس نے منہ بسورا۔

''کیوں بہانے ہیں، ضروری تو نہیں کہ جو چیز تمہیں بے حد پسند آ رہی ہے دوسرے کو بھی وہ پسند ہو۔''

''یہ تو آپ بات ہی نا کریں لالا، میں آپ کی پسند سے اچھی طرح واقف ہوں اور جانتی ہوں کہ آپ اپنے لئے کیسی لڑکی پسند کریں گے، میں پورے وثوق سے کہتی ہوں کہ شہوار شاہ آپ کو ضرور پسند آئیں گی۔''

شازمہ رانو کے ساتھ سارا دن گزار کر چھتری گھماتے اچھلتی کودتی واپس آ رہی تھی کہ وہ اپنی مخصوص گزرگاہ سے کچھ ہی فاصلے پر ٹھٹھک کر رک گئی، اس کے چہرے پر غصے کے آثار واضح ہونے لگے۔ شاہ زیب شاہ ایک درخت سے ٹیک لگائے اپنے مخصوص انداز میں آنکھیں بند کیئے کھڑا تھا۔

اس نے خاموشی کے ساتھ قریب سے گزر جانا چاہا لیکن اس نے اپنی ایک ٹانگ دوسرے درخت پر رکھ کر اس کا رستہ روک لیا۔

''شرم نہیں آتی آپ کو کسی لڑکی کا راستہ روکتے ہوئے۔'' شازمہ کے شعلہ بار انداز پر وہ ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گیا۔

''پہلے آتی تھی لیکن جب سے دل اپنی دسترس سے باہر ہوا ہے اپنی ہی من مانی کرنے لگا ہے۔'' اس نے اس کے دہکتے چہرے پر پرشوق نگاہیں جماتے ہوئے کہا۔

''آپ حد سے بڑھ رہے ہیں شاہ زیب شاہ صاحب۔'' وہ اپنے غصے کو بمشکل ضبط کرتے ہوئے بولی اس نے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ رکھی تھیں۔

''واہ، آج زندگی میں پہلی بار مجھے اپنا نام اس قدر خوبصورت لگا ہے۔''

''مجھے بیہودہ باتیں اور بیہودہ حرکتیں بالکل پسند نہیں ہیں سنا آپ نے، اگر ایسی ہی حرکتیں کرتے رہے تو میں لالا سے آپ کی شکایت کر دوں گی۔'' اس کے دھمکی آمیز لہجے پر اس کے مسکراتے لب سمٹ گئے اور وہ پوری سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھنے لگا۔

''کیوں روکا ہے میرا راستہ آپ نے۔''

''صرف اتنا کہنے کے لئے کہ تم اس وقت بلکہ کسی بھی وقت یوں تنہا کہیں آیا جایا نہ کرو۔'' اس نے شام کے پھیلتے سایوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا۔

''تمہیں ڈر نہیں لگتا کیا۔''

''کیوں مجھے کیوں ڈر لگے گا اور آپ کون ہوتے ہیں مجھے نصیحتیں کرنے والے۔''

''فی الحال تو کچھ نہیں ہوں، لیکن ایسا نہ ہو کے کچھ بننے سے پہلے ہی خدانخواستہ تم سے ہاتھ دھونے پڑیں۔''

''کیا مطلب ہے آپ کا۔'' وہ چلائی۔

''دیکھو شازمہ شاہ میرا مطلب ہے کہ حالات کچھ بہتر نہیں ہیں، تمہارا اس طرح ہر وقت پھرنا وہ بھی اس بالکل اکیلے اور اگر کوئی لٹیرا......'' آگے وہ خود ہی چپ ہو گیا، شاید وہ ان الفاظ کو استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''کسی کی ہمت ہے تو مائی کا لال مجھے ہاتھ لگائے، ہاتھ نہ توڑ دوں گی اس کے۔''

''بہت بہادر سمجھتی ہو خود کو۔'' اس کے انداز پر اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ خود بخود لوٹ آئی۔

''سمجھتی ہی نہیں، ہوں بھی، آپ کا لحاظ میں صرف اس لئے کر رہی ہوں کہ آپ زوار لالا کے دوست ہیں۔''

''راستہ چھوڑیں میرا۔''

''راستہ تو میں چھوڑ دوں گا پہلے میری ایک بات کا جواب دو۔'' اس نے چونک کر سوالیہ نظروں سے دیکھا جس میں غصہ بھی بہت نمایاں تھا۔

''شادی کرو گی مجھ سے؟'' اس نے براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانک کر پوچھا تو وہ اس غیر متوقع سوال پر اچھل پڑی۔

''کیا؟'' وہ چیخی۔

''دماغ تو خراب نہیں ہو گیا آپ کا، کس پاگل خانے سے چھوٹ کر آ رہے ہیں۔''

''تمہارے ہی گھر سے آ رہا ہوں۔'' اس نے برجستہ جواب دیا۔

''دیکھئے میں اگر آپ سے معافی مانگی تھی تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ آپ جوتوں سمیت ہی میرے سر پر چڑھتے چلے آئیں. میں بہت برداشت کر چکی ہوں آپ کو لیکن اب مزید نہیں کروں گی۔''

''تو کیا کرو گی۔'' وہ اسے زچ کرنے کے انداز میں دونوں درختوں کے بیچ آ کھڑا ہوا۔

''میں آپ کا سر توڑ دوں گی۔'' وہ غصے سے چلائی۔

''تمہارا دوسرا تحفہ سمجھ کر قبول کر لوں گا۔''

''اوہ۔'' وہ مٹھیاں بھینچتے اس کی جانب دیکھتی رہی اور پھر بالکل اچانک آگے بڑھ کر اس کے سینے پر ہاتھ رکھے اور پوری قوت سے دھکا دے دیا، یہ حملہ اس کے لئے بالکل غیر متوقع تھا، اس لئے شاہ زیب شاہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا اور لڑکھڑا گیا سنبھلنے کی کوشش ہو گئی تو لڑکھڑاتا ہوا گرا اور اس کا سر پتھر کی چٹان سے جا ٹکرایا، شازمہ نے رستہ خالی دیکھا تو آگے بڑھ گئی اور پیچھے مڑ کر دیکھنا بھی گوارا نہ سمجھا، وہ سیدھا ہو بیٹھا سر میں تکلیف محسوس ہوئی تو دبانے کے لئے ہاتھ بڑھایا دوسرے ہی لمحے اس کا ہاتھ خون آلود ہو گیا، سر میں تکلیف بڑھ گئی، اس نے جاتی ہوئی شازمہ کو دیکھا لیکن اب وہ کہیں نظر نا آ رہی تھی۔

گھر پہنچتے پہنچتے اس نے اپنے غصے پر کافی کنٹرول پا لیا تھا لیکن ابھی بھی کوفت اور جھنجھلاہٹ اس کے مزاج پر طاری تھی، شومئی قسمت کہ سامنے آتے زوار شاہ نے اس سے چائے کی فرمائش کر دی۔

''مجھ سے نہیں بنتی چائے کسی اور سے کہہ دیں، میں نہیں کہہ سکتی۔'' وہ دھپ سے صوفے میں دھنس کر انتہائی بدتمیزی اور بیزاری سے بولی تو وہ جو چند قدم آگے بڑھ چکے تھے بہت حیرت سے واپس مڑ کر اسے دیکھنے لگے، اس نے اس طرح تو کبھی بھی نہ کیا تھا، کیا بات ہوئی تھی کہ اس انداز و لہجے میں بولنے کے بعد بھی اسے اپنی غلطی کا احساس نہ ہوا تھا، وہ اس کے قریب چلے آئے اور قدرے ریلیکس انداز میں اس کے ساتھ بیٹھ گئے۔

''کیا ہوا ہماری بہنا کو بہت غصے میں لگ رہی ہے، لگتا ہے آج پھر کوئی بات مزاج کے خلاف ہو گئی ہے۔''

''زوار لالا! میں بہت عزت کرتی ہوں آپ کے دوست شاہ زیب شاہ کی لیکن وہ......'' وہ غصے میں بے اختیار ہی پھٹ پڑی تھی لیکن بروقت اپنی غلطی کا احساس ہوا تو فوراً زبان دانتوں تلے داب لی لیکن زوار شاہ کے چہرے پر کھیلتی مسکراہٹ مفقود ہو چکی تھی۔

''کیوں، کیا کہا اس نے تمہیں۔'' انہوں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''نن......نہیں تو، اس نے مجھے تو کچھ نہیں کہا۔'' وہ ایک دم گھبرا گئی، جانتی تھی کہ بےشک زوار لالا جتنے بھی پڑھے لکھے اور روشن خیال سہی لیکن ہیں تو مشرقی روایتی مرد اگر انہیں کسی بات کا علم ہو گیا تو بات بگڑ سکتی تھی اور ایسا خاندانی جھگڑا شروع ہو سکتا تھا جو کہ نسل در نسل منتقل ہوتا ہے اور ہزاروں قیمتی جانیں جاتی ہیں اور وہ یہ سب خون خرابہ ہرگز نہ چاہتی تھی۔

''تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو شازمہ شاہ۔'' زوار شاہ کا اس کا پورا نام لینا ہی اسے معاملے کی سنگینی کا احساس دلا گیا۔

''کک...... کچھ نہیں لالا میں بھلا آپ سے کیوں کچھ چھپاؤں گی۔'' وہ ہاتھ مسلتے تھوک نگل کر نظریں چراتی ہوئی بولی، اس کا یہ انداز زوار لالا کو مزید چونکا گیا۔

''سچ سچ بتاؤ شازی کیا بات ہے۔'' وہ دھیرج سے بولے۔

''میں وعدہ کرتا ہوں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔'' زوار شاہ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''کیسی باتیں کرتے ہیں آپ لالا!'' اس نے آہستگی سے ان کا ہاتھ جھٹک کر اٹھتے ہوئے کہا۔

''وہ نجانے اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے، میں رانو کے گھر سے واپس آ رہی تھی، سامنے آ گیا اور کہنے لگا۔''

''اکیلی مت پھرا کرو شام ہو رہی ہے جلدی گھر جایا کرو۔'' شانو نے منہ بگاڑ کر آواز کو قدرے بھاری کرتے ہوئے اس کی نقل اتاری۔

''اور بس مجھے غصہ آ گیا، اگر اس کے باغ کے امرود توڑ لو تو بوتل کے جن کی طرح کہیں نا کہیں سے نازل ہو جاتا ہے اور دھمکی دیتا ہے بابا سے شکایت لگانے کی اور بھلا میں کیوں مانوں اس کی بات وہ کون ہوتا ہے مجھ پر پابندیاں لگانے والا۔'' اس کی باتوں کے جواب میں زوار شاہ کی لمبی اور پرسکون سانس برآمد ہوئی اور چہرے پر اطمینان جھلک آیا۔

''ٹھیک ہے تو کہا ہے اس نے تم شام کے وقت اکیلی کیوں پھرتی ہو، وہ کچھ نہیں ہوتا تمہارا تو میں تو بھائی ہوں ناں اس لئے میں بھی یہی کہوں گا کہ آج کے بعد تم فضول باہر نہیں جاؤ گی اور اکیلے تو بالکل بھی نہیں۔''

''کیا؟'' اس کی رونے کے انداز میں حیرت زدہ آواز برآمد ہوئی۔

''آپ بھی اس کی باتوں میں آ گئے ہیں۔''

''میں کسی کی باتوں میں نہیں آیا کئی دنوں سے تم سے کہنا چاہ رہا تھا، گاؤں کے حالات کچھ ٹھیک نہیں ہیں، تم بلا ضرورت حویلی سے مت نکلا کرو۔'' وہ دھیرج سے سمجھاتے ہوئے گویا ہوئے تھے۔

''تو ٹھیک ہے بنا لیں مجھے قیدی۔'' وہ بھیگے لہجے میں بولی۔

''لیکن یاد رکھیں اس دنیا میں شاہ زیب شاہ میرا سب سے پہلا اور آخری بڑا دشمن ہو گا سمجھے آپ۔'' وہ غصے سے بولی تو وہ مسکرا دیئے۔

''بھئی اس طرح تو کام نہیں چلے گا، میں تو کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔'' وہ معنی خیزی لئے بولے۔

''کیا سوچ رہے تھے آپ۔'' وہ پوری آنکھیں پھاڑے ان کی جانب دیکھنے لگی۔

''کچھ نہیں چلو اب چائے لاؤ میرے لئے۔'' وہ پیر پٹختی ہوئی لاؤنج سے باہر نکلنے سے پہلے دروازے پر رکی مڑ کر دیکھا تو وہ ایک دلفریب مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے پرسوچ انداز میں صوفے کی پشت سے ٹیک لگا چکے تھے، وہ انہیں اس طرح اطمینان سے بیٹھے دیکھ کر کچھ بھی کہنے کا ارادہ ترک کر کے آگے بڑھ گئی۔

(باقی اگلے ماہ)

اماں بی کے پاس چند عورتیں بیٹھی تھیں اور یہ اس کے لئے کوئی خاص بات نہیں تھی گاؤں کی اکثر عورتیں ان کے پاس آتی جاتی رہتیں تھیں جن میں غریب گھروں کے ساتھ ساتھ اونچے گھرانے کی عورتیں بھی شامل تھیں وہ اپنے اپنے مسائل اماں بی کے سامنے رکھتیں تھیں جنھیں اماں بی قرآن سنت کی روشنی میں حل کرنے کی سعی کرتیں، اس نے انہیں سلام کر کے آگے بڑھ جانا چاہا لیکن اماں بی نے اسے بلا لیا۔

''شانو کہاں سے آئی ہے پتر۔'' اس کے لہجے میں مٹھاس تھی۔

''کہیں نہیں اماں بی یہیں تھی۔'' وہ تھکے تھکے انداز میں بولی۔

''ادھر آ میری دھی۔'' انہوں نے بازو اٹھا کر پیار سے کہا تو وہ ان کے قریب آ گئی۔

''آؤ بیٹی ادھر بیٹھو میرے پاس۔'' ایک عورت نے اسے اپنے ساتھ جگہ دی۔ وہ بیزاری لئے انداز میں بیٹھ گئی۔

''صدقے جاؤں واری جاؤں کیا بھولی صورت پائی ہے میری بچی نے یونہی تو ہر کوئی تعریف نہیں کرتا۔'' اس عورت نے اس کا ماتھا چومتے ہوئے پیار کیا۔

''بس خالہ بی شانو اب میری بیٹی ہے میں اسے بہو بنائے بغیر دم نہیں لوں گی۔'' شانو اس ساری صورتحال کے لئے ذہنی طور پر تیار نہ تھی کیونکہ یہ تجربہ اس کے لئے نیا نہیں تھا ایسا جان نچھاور کرنے والا انداز ایسی ہی عورتوں کا ہوتا تھا جو کہ اپنے بیٹوں کے لئے اس کی طلبگار ہوتیں تھیں، لیکن اماں بی سب کو خود ہی ٹال دیتی تھیں کیونکہ ان کا کہنا تھا کہ ہماری شانو کے لئے کے جوڑ کا کوئی رشتہ نہیں میں تو اپنی شانو کو کسی

ایسے گھر میں بیاہوں گی جہاں وہ شہزادیوں کی طرح راج کرے، وہ اب بھی اماں بی کے ٹالنے والے انداز کی منتظر تھی، لیکن یہ کیا اماں بی کیا کہہ رہی تھیں۔

''ہائے ثریا بیٹی میں تو خود بھی یہی چاہتی ہوں، لیکن میری سنتا کون ہے، فیصلہ تو دونوں باپ بیٹوں نے ہی کرنا ہے ناں میں نے تو جب سے تمہارے گھرانے کے متعلق سنا اور دیکھا ہے یہی خواہش میرے دل میں جاگی کہ شانو تمہاری ہی بہو بنے۔'' اماں بی نے کہا تو شانو کا منہ کھلا رہ گیا۔

''کون ہو سکتے ہیں یہ لوگ۔'' وہ بالکل لاعلم تھی۔

''جو بھی ہو خالا بی شانو اب میری بیٹی ہے میں بھائی صاحب کو خود ہی راضی کر لوں گی ویسے بھی میرے بیٹے میں کون سی کمی ہے، ماشاءاللہ گھبرو جوان ہے، خوبصورت ہے پڑھا لکھا اور امریکہ میں اس کا بہت بڑا بزنس ہے، تصویریں تو آپ نے دیکھ ہی لیں ہیں اس کی اور اب تو وہ اپنا سارا بزنس پاکستان میں سیٹ کرنے کا سوچ رہا ہے۔''

''آہ ہا۔'' اماں بی نے سرد آہ بھری۔

''میں کیا کہہ سکتی ہوں پتر، دعا کر کہ کوئی نیک فیصلہ ہی ہو۔'' اماں بی نے کہا تو شانو کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور خطرے کی گھنٹیاں اس نے دور سے ہی بجتی ہوئی سن لیں۔

''تو کیا پوری کی پوری فوج، خدایا خیر کرنا۔''

''اس سے پہلے تو اماں بی نے کبھی بابا اور لالا تک بات پہنچنے ہی نہ دی تھی لیکن اب مردانے میں بھی لوگ آئے بیٹھے ہیں۔'' سوچتے ہی اس کا ننھا سا دل لرز اٹھا۔

''خالہ بی میں نے شانو کی بہت تعریفیں سن رکھیں تھیں، خدا شاہینہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے جب وہ زندہ تھی تو یہ بہت چھوٹی تھی میں نے تو اسی وقت فیصلہ کر لیا تھا لیکن جب سے شاہینہ اللہ کو پیاری ہوئی ہے ادھر آنا ہی نہیں ہو سکا، لیکن میں نے اپنا ارادہ نہیں بدلا، پہلے تو صرف میرا ہی خیال تھا لیکن اب تو بڑے شاہ صاحب میرے سسر کی بھی یہی خواہش ہے۔''

''ہاں ہاں، بس دعا کرو کہ اللہ کے ہاں یہ جوڑ لکھا ہو۔'' اماں بی نے رسانیت سے کہا تو ان کی بات وہ ایک دم کھڑی ہو گئی اور جلدی سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

''شرما گئی ہے پگلی۔'' اس خاتون نے خوشی سے اخذ کیا۔ اماں بی نے پرسوچ ہنکارہ بھرا کہ اس کے تاثرات سے وہ بخوبی آگاہ ہو گئیں تھیں، لیکن تو ان کے من کی مراد پوری ہوئی تھی پہلی بار ان کا من پسند مناسب اور اچھا رشتہ آیا تھا، ثریا بیگم ان کے ایک رشتے کی چچا کی بہو اور شازمہ کی ماں کے میکے سے تعلق رکھتی تھیں، پہلے چونکہ وہ لوگ بھی گاؤں میں ہی رہتے تھے اس لئے محبت اور انسیت بھی کافی تھی، زوار شاہ اور زر شاہ کی عمروں میں صرف ایک ماہ کا ہی فرق تھا اور اب شاہ زر شاہ ہائر اسٹڈیز کے لئے امریکہ گیا تو وہیں کا ہو کر رہ گیا، اگلے ماہ اس کی آمد متوقع تھی اور ثریا بیگم کئی سالوں سے بچھڑے بیٹھے بیٹے کو آتے ہی شادی کی زنجیروں میں جکڑ دینا چاہتی تھیں اور اس کے لئے وہ کوئی ایسی حور شمائل چاہتی تھیں کہ جسے دیکھ کر ان کا بیٹا کہیں اور جانے کا نام ہی نہ لے اس کے لئے ان کی نظر انتخاب شازمہ شاہ پر پڑی تھی۔

وہ مسلسل اپنے کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہل رہی تھی، بار بار ہاتھوں کو مسلتی اور ہونٹوں کو کاٹتی وہ کافی پریشان تھی۔

''یہ...... یہ کیا ہونے جا رہا ہے، اتنی جلدی؟ لیکن کیوں؟''

''اماں بی تو بس میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئیں ہیں۔'' مسلسل سوچتا دماغ چیخ گیا، وہ تھک کر بیڈ پر گر کر بے بسی سے رو دی، اپنے گھر سے دوری کا احساس ہی اس کے لئے جان لیوا تھا دروازے پر آہٹ ہوئی تو اس نے سر اٹھا کر دیکھا زوار شاہ کھڑے مسکرا رہے تھے۔

''ارے تمہیں کیا ہوا؟'' اس کی سرخ آنکھوں کو دیکھ کر پریشانی سے پوچھا تو وہ شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھنے لگی، اس کی آنکھوں سے پھر آنسو بہنے لگے۔

''ارے...... رے...... رے، کیا ہوا ہماری بہنا کو، کیوں اپنے ان انمول موتیوں کو ضائع کر رہی ہے۔'' انہوں نے اس کے ساتھ بیٹھ کر اسے اپنی بانہوں میں لیتے ہوئے کہا تو وہ ان کے سینے پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی اور نجانے کیوں زوار شاہ کی آنکھوں میں بھی نمی اتر آئی جسے انہوں نے جلدی سے صاف کیا۔

''پاگل ہوئی ہو کیا ایسے ہی روئے چلی جا رہی ہو۔'' انہوں نے گلوگیر لہجے میں اس کا چہرہ اوپر کرتے ہوئے کہا۔

''مم...... مجھے ابھی شادی نہیں کرنی لالا میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔'' اس کے روتے ہوئے لہجے پر وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دیئے۔

''ایسا تو ایک دن ہونا ہے ڈیئر سسٹر، اماں بی تو اس رشتے کے لئے جی جان سے راضی ہیں اور وہ لوگ بھی بضد اس رشتے پر، وہ ہر حال میں تمہیں اپنی بہو بنانا۔''

''ارے واہ، میری مرضی کے خلاف ہی۔'' وہ ایک دم ہی بھڑک کر اٹھ کھڑی ہوئی اور بدقسمتی سے اماں بی بھی اسی وقت ہی وارد ہوئیں تھیں۔

''ہائے ہئے نگوڑ ماری تیری کیسی زبان چلتی ہے، ذرا شرم حیا نہیں ہے کہ بھائی سے بات کر رہی ہوں، غضب خدا کا ایک ہم تھے کہ بھائیوں

کے سامنے سر نہیں اٹھاتے اور اس کو دیکھو اپنی مرضیاں کرنے چلی ہے۔'' اماں بی نے کمرے میں داخل ہوتے ہی جو اس کے ارشادات سنے تو آگ بگولہ ہو گئیں۔

''اماں بی بس آپ مت بولیں، آپ سے تو میں بالکل بات نہیں کروں گی، خدا کی پناہ ان کے سامنے بنا سوچے سمجھے ہی فوراً ہاں کر دی۔''

''شرم کر لڑکی شرم، تیری شادی کی بات ہو رہی ہے اور تو کیسے چٹر پٹر زبان چلا رہی ہے۔'' انہوں نے کہا تو شازمہ برا سا منہ بنا کر نجانے کیا کیا بڑبڑاتی رہی پھر ایک دم بولی۔

''اماں بھی آپ بھی میری بات کان کھول کر سن لیں، میری مرضی کے خلاف آپ، ابھی میری شادی نہیں کر سکتیں۔'' اس نے لفظ ابھی پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''بھئی کون کر رہا ہے ابھی سے ہماری بیٹی کی شادی۔'' ظہور شاہ بھی لفظ ابھی پر زور دیتے ہوئے کمرے میں داخل ہو کر کہا تو شازمہ بھاگ کر ان کے لگے جا لگی اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''بابا میں ابھی شادی نہیں کروں گی۔''

''ارے پگلی کون کر رہا ہے تمہاری شادی۔'' انہوں نے اسے پیار سے بہلایا۔

''پھر یہ لوگ کیوں آئے تھے۔'' وہ ابھی تک ان کے سینے سے لگی تھی۔

''بیٹا جس گھر میں بیری ہوتی ہے وہاں پتھر تو آتے ہی ہیں۔'' ان کے لہجے میں درد اتر آیا، وہ اسے ساتھ لگائے صوفے پر بیٹھ گئے۔

''اے ہے بیٹا کیا اتنے اچھے رشتے کو ٹھوکر مار دی تو نے؟''

''اماں بی حیران پریشان گویا ہوئیں۔''

''اماں بی آپ پریشان کیوں ہوئی ہیں، میں تو ابھی اپنی ننھی سی بچی کو نہیں بیاہوں گا۔''

''ابھی عمر ہی کیا ہے اس کی ابھی تو کھیلنے کھلانے کے دن ہیں اس کے۔''

''میں مانتی ہوں کہ بچی ہے ٹھیک ہے، پر اتنی بچی بھی نہیں کہ بات بھی طے نہ سکے، چل بات طے کر دے شادی دو چار سال ٹھہر کر کر دینا۔'' اماں بی اتنا کہہ کر رک کر ان کا ردعمل دیکھنے لگیں، لیکن جب وہ کچھ نہ بولے تو پھر گویا ہوئیں۔

''ظہور شاہ میں کہتی ہوں تمہاری بیٹی اس سے اچھا رشتہ اور کیا ہی آئے گا، مجھے تو افسوس ہو رہا ہے کہ اتنے اچھے رشتے کم تم نے کوئی اہمیت ہی نہیں دی۔'' ظہور شاہ گہری سانس لے کر رہ گئے وہ چند لمحے ان کی طرف دیکھتی رہیں اور پھر پوچھا۔

''تو نے بتایا نہیں بیٹا کیا جواب دیا انہیں۔''

''کیا جواب دیتا اماں، وہ لوگ بہت اصرار کر رہے ہیں، بہت ٹالنے کی کوشش کی کہ میں ابھی نہیں کرنا چاہتا، لیکن وہ مان ہی رہے تھے۔'' انہوں نے سنجیدگی سے بتایا۔

''ہاں تو آخر حرج ہی کیا ہے۔''

''حرج تو کوئی نہیں لیکن وہ لوگ فوری طور پر شادی کرنا چاہتے ہیں جب کہ میں ابھی......''

''ظہور شاہ تمہاری عقل پر کیوں پتھر پڑ گئے ہیں، اب اتنی بھی بچی نہیں ہے، ہم ان سے تھوڑا وقت مانگ لیں گے، اب اس کی عمر باہر گھومنے پھرنے اور سکھیوں سے کھیلنے کی تو نہیں ہے، گھر رہے گھر گرہستی سنبھالے کچھ سیکھے گی تو آگے جا کے کچھ کرے گی نا، ورنہ کل کو مجھے ہی طعنہ سننے کو ملے گا کہ ماں مر گئی تھی تو دادی نے بھی کچھ نہ سکھایا۔''

''کیسی باتیں کرتی ہیں اماں بی آپ بھی اور کیا نہیں آتا ہماری بیٹی کو سب کام ہی تو کر لیتی ہے۔''

''اور آپ ہی تو کہتی ہیں کہ اسے وہاں بیاہنا ہے جہاں اسے شہزادیوں جیسا سکھ ملے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے پتر لیکن قسمت کا کیا بھروسہ عورت کو گھر سنبھالنے کے لئے سب کچھ آنا چاہیے۔''

''ارے زوار شاہ تو کیا منہ دانے چبا رہا ہے بھی کچھ بول۔'' اماں بی نے کہا تو وہ مسکرا دیا۔

''میں کیا کہوں اماں بی آپ بھی ٹھیک کہتی ہیں اور غلط بابا بھی نہیں کہہ رہے۔''

''تیری اپنی بھی تو کوئی رائے ہو گی۔''

''میری رائے۔'' انہوں نے کچھ سوچتے ہوئے لب بھینچے اور پھر سر جھٹک کر مسکرا دیا کہ ایک شبیہہ جو نظروں میں ابھری وہ یہ ان کا سب سے پہلا انتخاب تھی، انہوں نے بولنے کے لئے لب کھولے ہی تھے کہ وہ فوراً بول اٹھی۔

''اچھا بس رہنے دیں بہت سن لیں ہیں سب کی رائے کان کھول کر سن لیں لالا آپ کی بیوی سے اچھی طرح لاڈ اٹھواؤں گی اور......''

''ہاں چاہے وہ آتے ہی تمہیں دونوں چٹیاں سے پکڑ کر سب سے پہلے گھر سے نکال باہر کرے۔''

''ارے واہ۔''

''میں ایسی بھابھی پسند ہی کیوں کروں گی ٹھیک ہے ناں بابا میں اپنی بھابھی خود بھی پسند کروں گی۔''

''ہاں، ہاں کیوں نہیں۔''

''کیسا۔'' اس نے آنکھیں پٹپٹائیں۔

لیکن پھر ان لوگوں نے تو جیسے ان کی چوکھٹ ہی پکڑ لی تھی وہ لوگ ان کی ٹالنے والے انداز کو کسی خاطر میں ہی نہ لا رہے تھے اور اب کوئی بھی فیصلہ کرنا ظہور شاہ کے لئے ناگزیر ہو چکا تھا۔

''کیا بات ہے شانو تو آج بڑی چپ ہے۔'' وہ دونوں اس وقت ندی میں پڑے پتھروں پر آمنے سامنے بیٹھی تھیں، موسم خاصا خوشگوار تھا سیاہ اُمڈتے بادلوں کی ٹولیاں آسمان پر اٹھکیلیاں کرتیں ایک دوسرے کے آگے پیچھے بھاگتیں برسنے کو بیتاب تھیں، لیکن ٹھنڈی اور تیز ہوا کے مست جھونکے انہیں اڑائے اپنے ساتھ دور لے جا رہے تھے، بہتی ندی کی آواز کسی نغمے کی مانند سنائی دیتی تھی۔ شانو ہاتھ میں پکڑی چھڑی کو بار بار پانی میں مارتی اس میں ارتعاش پیدا ہوتا تو وہ خاموشی سے دیکھے جاتی، رانو اس کی بے چینی و بے دلی کافی دیر سے نوٹ کر رہی تھی سو پوچھ بیٹھی۔

''نہیں تو تجھ سے کس نے کہا۔'' وہ ارتعاش بناتی لہروں پر نظر جمائے بولی۔

''ہاں، میں تو پاگل ہوں جو تیری اس خاموشی کو محسوس نہ کر سکوں، جب سے آئی ہے اسی طرح بیٹھی ہے تو۔'' اس نے کہا تو وہ گہری سانس لے کر خاموش رہ گئی۔

''پورے تین دن بعد مل رہے ہیں ہم لیکن ایسا لگتا ہے صدیاں بیت گئیں ہوں ملے ہوئے۔'' اس کی بات پر شانو نے خاموش نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

''تیرے اندر کوئی کایا پلٹ ضرور ہوئی ہے، کسی کو تلاشتی کھوجتی منتظر آنکھیں کوئی اور ہی کہانی سنا رہی ہیں۔''

''کیا کہنا چاہتی ہے۔''

''جو تو چھپا رہی ہے وہ پوچھنا چاہتی ہوں۔''

''میں تجھ سے کیا چھپاؤں گی رانو، میں تو خود اپنے آپ سے چھپتی پھرتی ہوں۔'' وہ آہستگی سے بولی۔

''کیوں؟''

''نجانے کیوں، مجھے خود سمجھ نہیں آتا۔'' پھر وہ دھیرے دھیرے آنے والے رشتے کے متعلق بتانے لگی اور آخر میں گہری سانس بھر کر خاموش ہوگئی، کہتے ہی لمحے خاموشی سے سرک گئے۔

''تو پھر، تیرے ساتھ کیا مسئلہ ہے جلدی کرنے پر یا وہاں شادی ہونے پر؟'' اس کے سوال پر اس نے نظریں اٹھائیں اور اس کی پشت پر دور کہیں جم گئیں، رانو نے ٹھہر کر دیکھا شاہ زیب شاہ ان کی جانب چلا آرہا تھا سر پر سفید پٹی بندھی تھی۔

''چل رانو چلیں۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی لیکن اس نے فوراً ہی ہاتھ کھینچ کر بیٹھا دیا۔

''کیوں بھاگنا چاہتی ہے اس سے۔'' رانو نے ہلکا سا طنز کیا۔

''فضول نہ بولا کر چل اٹھ۔'' لیکن اتنے میں وہ ان کے قریب پہنچ چکا تھا۔

''السلام وعلیکم!'' اس کا لہجہ و انداز خوشگوار تھا۔

''وعلیکم السلام۔'' رانو نے جواب دیا جب کہ وہ مکمل طور پر نظرانداز کر گئی۔

''موسم کچھ ابر آلود لگتا ہے۔'' وہ اس کی صرف دیکھتا شوخی سے بولا۔

''موسم کچھ نہیں کافی ابر آلود ہے شاہ زیب لالا، طوفان بادو باراں سے پہلے کوئی حفاظتی اقدامات کر لیجئے۔'' اس نے شرارت سے کہا تو شازمہ نے پانی میں ڈوبے اس کے پاؤں کو اپنے پیر تلے کچلا۔

''کچھ خبر ہے کہ یہ طوفان باد و باراں آ کہاں رہا؟'' اس کو لہجہ بدستور شوخ تھا۔

''کیا آپ کو کہیں سے کالی گھٹائیں اٹھنے کی اطلاع ابھی تک نہیں ملی لالا اگر بے خبری میں ہی طوفان کی لپیٹ میں آ گئے تو پھر نہ کہیئے گا کہ محکمہ موسمیات والوں نے قبل از وقت اطلاع نہ دی۔''

''رانو بکواس بند کر اپنی چل اٹھ چلیں۔'' وہ پھر اٹھ کھڑی ہوئی، جب کہ اس کی باتوں میں پڑی الجھن سلجھانے میں پرسوچ نگاہیں شانو پر جمائے ہوئے تھا کہ جس کے چہرے پر چھائی سنجیدگی کوئی اور ہی کہانی سنا رہی تھی۔

''لالا آپ نے یہ پٹی کیوں باندھی ہوئی ہے۔'' رانو نے کہا تو شانو نے بھی چونک اس کی جانب دیکھا، وہ پھیکی سی ہنسی ہنس کر پتھر پر بیٹھ گیا۔

''ارے بہنا جو لوگ دل میں رہتے ہیں ان کے دیئے زخم بھی ہنس کر سہہ لیتے ہیں ہم۔'' مخاطب تو اس کی رانو تھی لیکن نظریں مسلسل اس پر ٹکی تھیں۔

''کیا مطلب۔'' اس کے جواب پر وہ الجھی ہوئی نظروں شازمہ کی طرف دیکھنے لگی، وہ بھی پریشانی سے اس کے سر پر بندھی پٹی کو دیکھ رہی تھی۔

گھر پہنچ کر بھی وہ خاصی پریشان اور خاموش رہی اور یہ خاموشی کافی دنوں تک اس کے ساتھ لگی رہی تھی، وہ خود سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ آخر وہ اس رشتے سے انکاری کیوں ہے، بظاہر تو سب کچھ ٹھیک تھا، آخر تو ایک نہ ایک دن ایسا ہونا ہی تھا تو پھر یہ احتجاج کیسا وہ سارا سارا دن اپنی گتھیوں کو سلجھانے میں جیسے باہر کا رستہ ہی بھول گئی۔ اماں بی تو شکر کر رہی تھی کہ لڑکی کو عقل آ گئی، لیکن زوار شاہ انتہائی مصروفیت کے باوجود ٹھٹھک گئے، وہ تو اس کی شرارتوں اور چہچہاہٹوں کے عادی تھے لیکن اب کافی دنوں سے وہ ان کی جان کھانے بھی نا آئی تھی، انہوں نے اس کی حد سے بڑھی سنجیدگی کو نوٹ کیا۔

''شازی، شازی۔'' وہ اسے پکارتے اس کے کمرے میں داخل ہوئے، وہ جو اپنے بیڈ پر نیم دراز کی گہری سوچ میں غلطاں تھی چونک کر سیدھی ہوئی۔

''جی لالا!'' وہ متفکر سے اس کے ساتھ آن بیٹھے۔

''کیا بات ہے لالا کی جان میں دیکھ رہا ہوں کافی دنوں میری کوئل خاموش ہے۔''

''کوئی پریشانی ہے کیا۔''

''نہیں تو لالا ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔''

''میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔'' وہ نظر چرا گئی تو وہ واقعی پریشان ہوگئے۔

''ادھر دیکھو میری طرف۔'' ان کے کہنے پر وہ دیکھنے لگی۔

''اب اپنے لالا سے بھی جھوٹ بولو گی۔'' ان کے کہنے کی وہ ان کے سینے میں منہ چھپا کر بلک اٹھی۔

''میں آپ سب کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی لالا۔''

''پلیز مجھے خود سے جدا نہ کریں، میں آپ سب کے بغیر خوش نہیں رہ سکتی۔'' وہ ہچکیوں کے درمیان بول رہی تھی۔

''ارے پگلی کون تمہیں جدا کر رہا ہے خود سے۔'' انہوں نے اس کا سر اپنے سینے سے اٹھا کر چہرہ صاف کیا۔

''آپ سب ہی تو سازشیں کر رہے ہیں میرے خلاف، مجھے اتنی دور بھیجنے کی۔'' وہ اس کی معصومیت پر ہنس دیئے۔

''ارے پاگل لڑکی۔'' وہ سر ہلا کر رہ گئے۔

''پہلی بات تو یہ کہ ہم تمہیں کہیں نہیں بھیج رہے اور دوسری بات یہ کہ تمہاری مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوگا، چلو اب یہ اپنے آنسو پونچھو۔'' وہ دوپٹے سے اپنا چہرہ اور آنکھیں رگڑنے لگی۔

''اب ادھر دیکھو میری طرف۔'' بھیگی پلکیں اٹھا کر اس نے ان کی جانب دیکھا۔

''اب مسکراؤ۔'' وہ سوں سوں کرتی معصومیت سے مسکرا دی۔

''شاباش اور اب یہ دیکھو۔'' انہوں نے جیب سے ایک کاغذ نکالا۔

''یہ کیا ہے لالا!''

''فیکس ہے یہ۔'' تمہاری شہوار ادی پرسوں صبح کی ٹرین سے پہنچ رہی ہیں۔

''ہائے سچ۔''

''ہاں۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے کاغذ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا، اس کے چہرے پر خوشی کی چمک نے انہیں اندر تک سرشار کر دیا اور وہ طمانیت کا گہرا احساس لئے وہاں سے اٹھ گئے اور وہ بھی تمام فکریں بھلائے اماں بی کے ساتھ استقبال کی تیاریوں میں مصروف ہوگئی۔

وہ گلا کھنکار کر اس کے سامنے بڑے سٹائل سے آن کھڑے ہوئے۔

''کیسا لگ رہا ہوں۔'' دلفریب سی مسکان لبوں پر سجائے وہ اس سے اپنی تعریف کے طلبگار تھے، سفید لٹھے کا کڑکڑاتا ہوا شلوار سوٹ پاؤں میں چمچماتی کالی پشاوری چپل کندھوں پر کافی کلر کی مردانہ گرم چادر لئے واقعی وہ کسی ریاست کے حاکم لگ رہے تھے، نفاست سے جمے بال اور کلائی پر بندھی قیمتی گھڑی ان کی پرسنالٹی کو مزید چار چاند لگا رہی تھی، شازمہ نے بہت گہری مسکراہٹ کے ساتھ اور پاؤں سے سر تک ان کا جائزہ لیا تھا اور پھر کھلکھلا کر ہنس دی۔

''لگتا ہے آپ واقعی شرط جیتنے کے موڈ میں ہیں۔'' اس کی بات پر وہ تھوڑا سا جھینپے لیکن پھر ایک شان سے بولے۔

''ضروری نہیں کہ وہ تمہارے اتنے ڈیسنٹ بھائی کے معیار پر پوری اتریں۔''

''آئے ہائے، آپ [illegible]

ہمیشہ سے بڑے بڑے شہروں کی رہنے والی اور آپ کا حلیہ خالصتاً دیہاتوں والا، اس حلیے میں آپ ایک روائیتی قسم کے ظالم و جابر مغرور قسم کے زمیندار لگ رہیں ہیں۔''

''انسان کے مزاج کی شناخت اس کے چہرے پر لکھی ہوتی ہے لڑکی کیونکہ چہرہ ہی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔''

''اچھا جی، یعنی کہ آپ کو یہ خوش فہمی ہے کہ۔'' وہ خاصے تمسخرانہ انداز میں ان کے اردگرد گھومتے ہوئے بولنے لگی۔

''شہوار ادی جیسے ہی ٹرین سے اتریں گی آپ کو دیکھتے ہی ایک پجارن کی طرح آپ کے چرنوں میں آن بیٹھیں گی اور دونوں ہاتھ جوڑ کر آپ التجا کریں گی کہ اپنی محبت کی بھیک میری جھولی میں ڈال دیجئے جہاں پناہ۔''

''شانو کی بچی۔'' وہ جو ہاتھ جوڑے آنکھیں بند کئے کھڑی تھی کہ ان کی بات سن کر بھاگ کھڑی ہوئی اور سامنے سے آتے ظہور شاہ سے جا ٹکرائی۔

''اوہو کیا ہوگیا بھئی۔'' وہ اسے اپنے پیچھے چھپاتے ہوئے بولے۔

''اللہ سمجھے اس لڑکی کو، کبھی عقل نہ آئے گی اسے، بچوں کی طرح کدکڑے لگاتی پھرتی ہے۔'' ساتھ میں آتیں اماں بی بولے بغیر نہ رہ سکیں جب کہ وہ ابھی تک ہنس رہی تھی۔

''زوار شاہ، جلدی کرو ٹرین آنے میں صرف ایک گھنٹہ رہ گیا ہے، اسٹیشن پہنچتے پہنچتے دیر دیر ہی نہ ہو جائے کہیں۔''

''جی بابا میں بالکل تیار ہوں بس دس منٹ میں آیا میں، شازی تم ذرا میرے ساتھ آؤ۔'' وہ کہتے ہوئے شازمہ کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گئے۔

''ارے ارے کیا ہو گیا لالا کہاں لیجا رہے ہیں۔''

''تمہیں کچھ دکھانا چاہتا ہوں، وعدہ کیا تھا نا کہ جب میری پینٹنگ مکمل ہوگئی سب سے پہلے تمہیں دکھاؤں گا۔''

''اچھا تو کیا ہوگئی مکمل۔'' اس نے اشتیاق سے پوچھا۔

''ہاں ہوگئی، لیکن اسے دیکھنے سے پہلے تمہیں اپنی آنکھیں بند کرنا ہوں گی۔'' ان کی بات پر اس نے فوراً آنکھیں بند کرلیں لیکن وہ اس کی شرارتی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھے اس لئے اپنا ایک بازو اس کی گردن کے پیچھے سے لا کر اپنا ہاتھ اس کی آنکھوں پر رکھ دیا اور دھیرے سے اپنے سٹوڈیو کا دروازہ کھولا۔

''شازی میں نے تم سے کہا تھا ناں کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں کیا بنا رہا ہوں، ہر انسان کے ذہن میں اپنی زندگی کے ساتھی کی ایک تصویر ہوتی ہے لیکن وہ واضح نہیں ہوتی، میں نے دن رات کی انتھک محنت کے بعد اپنے ذہنی خاکے کو کینوس پر اتارا ہے اس میں حقیقت کے رنگ بھرنے کی کوشش کی ہے جو ساتھی تم نے میرے لئے تجویز کیا ہے میں نے اس کا تصوراتی ہیولا تراشا تھا ہے اور تم یہ دیکھ کر بتاؤ کی کہ میں اس میں کہاں تک کامیاب رہا ہوں۔''

وہ اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھے دھیرے دھیرے بولتے ہوئے اسے کینوس کے سامنے آنے اور اس پر میرے کپڑے کو احتیاط سے اتار کر اس کی آنکھوں سے ہاتھ ہٹا دیا۔

''واؤ زبردست۔'' وہ بے حد اشتیاق بھری نظروں سے ہر طرف سے اس کا جائزہ لینے لگی۔

''ایک دم حقیقی۔'' اس کے لہجے میں تعریف اور حیرانی کوٹ کوٹ کر بھری تھی پھر وہ ایکدم ہی پلٹی تھی اس طرح پلٹی کہ وہ گڑبڑا کر رہ گئے وہ ان کی تمام باتوں کو نظر انداز کرتی ان پر چڑھ دوڑی۔

''آپ نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا کہ آپ نے شہوار ادی کو نہیں دیکھا ہوا ہاں۔'' وہ لڑنے مرنے پر تیار تھی۔

''یہ تم سے کس نے کہہ دیا، مجھے کیا ضرورت تھی ایسا جھوٹ بولنے کی۔'' اب کے لڑبڑاتے ہوئے بھی اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''تو پھر یقیناً آپ ان کی تصویر دیکھی ہے۔''

''ہرگز نہیں۔''

''سو پھر، یہ پوٹریٹ آپ نے کیسے بنائی۔''

''کیا؟ کیا مطلب ہے تمہارا میں نے تمہیں بتایا تو ہے کہ یہ میرا تخیلاتی ہیولا ہے جسے رنگوں میں ڈھالا ہے میں نے۔''

''ناممکن، ایسا کیسے ہوسکتا ہے یہ، یہ تو ہو بہو ادی کی پوٹریٹ ہے۔'' وہ حد درجہ حیران تھی۔

''کیا تم صحیح کہہ رہی ہو۔'' وہ بے یقین تھے۔

''بالکل سچ لالا! شہوار ادی بالکل ایسی ہیں۔'' اس کے بے ساختہ یقین دلانے پر ایک دم ان کے ہونٹوں پر ایک دلفریب سی مسکراہٹ نمودار آئی جسے دیکھتے ہی وہ فوراً چٹکی بجا کر بولی۔

''زبردست تو پھر میں تو ان کے آنے سے پہلے ہی شرط جیت گئی۔'' اس کی بات پر ان کے مسکراتے ہونٹوں پر ہنسی کھل گئی۔

''اوکے بھئی اوکے، لیکن تم انہیں کچھ نہیں بتاؤں گی۔'' انہوں نے انگلی اٹھا کر تنبیہ کی تو اس نے فوراً کانوں کو ہاتھ لگائے۔

''میری توبہ جو میں ایک لفظ بھی زبان سے نکالوں۔''

''آپ کا معاملہ ہے آپ ہی نمٹائیں ہمیں کیا ضرورت ہے کباب میں ہڈی بننے کی۔'' وہ پھر پور شرارت پر آمادہ تھی۔

''ذرا ٹھہرو تم۔'' وہ اسے پکڑنے کے لئے لپکے تو وہ کھلکھلاتی ہوئی وہاں سے بھاگ نکلی انہوں نے مسکرا کر سر جھٹکا اور نگاہیں تصویر پر جما دیں کہ جن میں آپوں آپ بہت سے خواب لمحوں میں سج گئے تھے، ہاتھ بڑھا کر دھیرے سے اس پر پردہ ڈال دیا تو جیسے وہاں موجود ہر چیز کی اہمیت کھوگئی، گہری سانس بھرتے سٹوڈیو کا دروازہ لاک کرکے پورچ کی جانب بڑھ گئے جہاں فرنٹ سیٹ پر بیٹھے بابا جان ان کا انتظار کر رہے تھے چند ہی لمحوں بعد گاڑی اسٹیشن کی صرف جانے والی سڑک پر رواں دواں تھی، وہ پندرہ منٹ لیٹ تھے اور بابا جان پریشان تھے کہ۔

''بچی اکیلی اسٹیشن پر کھڑی پریشان ہو رہی ہوگی۔'' لیکن وہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ گاڑی تقریباً آدھا گھنٹہ لیٹ تھی یعنی ابھی پندرہ منٹ باقی تھے گاڑی آنے میں۔

دور سے آتی ٹرین نے وسل دی تھی، زوار شاہ کے متحرک قدم ساکت ہوگئے، ٹرین پلیٹ فارم پر رک چکی تھی یہ چھوٹے سے شہر کا چھوٹا سا ریلوئے اسٹیشن تھا کہ جہاں اکا دکا مسافر ہی اترتے تھے، بابا جان جلدی سے آگے بڑھ کھڑکیوں میں سے اندر جھانکنے کی کوشش کرنے لگے ان کے انداز میں ایک بے تابی تھی اور کیوں نہ ہوتی ان کی بھتیجی پہلی بار ان کے ہاں آئی تھی، وہ جلد از جلد اسے دیکھنے کے متمنی تھے، جب کہ زوار شاہ وہی منجمد اپنی دھڑکنوں کو شمار کرنے میں لگے تھے۔

چند لمحوں بعد ہی وہ دروازے پر سورج کی پہلی کرن کی مانند نمودار ہوئی، ہلکے پیلے رنگ کا لباس جس میں کہیں کہیں اورنج کلر اپنی بہار دکھلاتا تھا زیب تن کئے لمبے سیاہ بال پشت پر پھیلائے وہ واقعی سورج کی روپہلی کرنوں کی مانند زمین پر اتری تھی، یخ بستہ ہواؤں نے اسے خوش آمدید کہا تو وہ فوراً سمٹنے پر مجبور ہوگئی، بابا نے اسے ساتھ لگا کر پیار کیا، ملازم نے بھاگ کر سامان گاڑی سے

اتارا ہی تھا کہ ٹرین نے وسل دی اور سست روی سے چلتی ہوئی اپنی نئی منزل کی تلاش میں گامزن ہوئی، لیکن ان کے قدم ابھی تک وہی جمے تھے، کل تک انہوں نے اپنے جس تخیل میں رنگ بھرے تھے آج وہ متحرک و مجسم اس کے سامنے تھا، وہ قدرت کی اس صناعی پر حیرتوں کے سمندر میں غوطہ زن یقین کرنے نا کرنے کی کیفیت میں گھرے تھے۔

''کیا کبھی ایسا بھی ہوا ہے۔''

''آؤ بیٹا چلیں۔'' وہ بابا کی آواز پر چونکے اور بالکل غیر ارادی طور پر ایک نظر اس پر پڑی تو اس بے یقین نگاہ کو فوراً پھیر کر گہری سانس لیتے ہوئے قدم بڑھائے شہوار کو وہ کسی مغرور شہزادے کی مانند لگے کہ جو کسی بن بلائے مہمان کو زبردستی خوش آمدید کہنے کے لئے لایا گیا ہو۔

ساتھ آنے والا ملازم اب فرنٹ سیٹ پر ان کے ساتھ تھا جب کہ بابا اس کے ساتھ پیچھے اس سے مختلف سوال کر رہے تھے اور وہ بالکل خاموش ہونٹوں پر ہونٹ جمائے اس کی آواز کے بھنور میں خود کو ڈوبتا ابھرتا محسوس کر رہے تھے، بہت مناسب رفتار سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے بہت جلد گاؤں پہنچ گئے انہیں تو کم از کم ایسا ہی محسوس ہوا تھا کہ جسے یہ سفر لمحوں میں اختتام پذیر ہو گیا ہو، جب کہ لان میں ٹہلتی شازمہ کو یہ انتظار صدیوں پر محیط لگا تھا، جیسے ہی گاڑی پورچ میں رکی وہ تیر کی مانند ان کی جانب آئی تھی اور بیقراری سے شہوار شاہ کے گلے لگ گئی، زوار شاہ نے چابی ملازم کے حوالے کی اور خود بہت خاموشی و بے نیازی سے لمبے لمبے ڈگ بھرتے اندر کہیں غائب ہو گئے شازمہ کے گلے لگی شہوار نے ایک پر سوچ نظر اس اجنبی مغرور شہزادے کی چوڑی پشت پر ڈالی تھی۔

وہ بلبل کی طرح پوری حویلی میں چہکتی پھرتی تھی اس کا بس نہ چلتا تھا کہ وہ لمحوں میں ہی شہوار ادی سے ڈھیروں ڈھیر باتیں کر ڈالے، جو بھی بات شروع کرتی اسے ادھوری چھوڑ کر دوسری کرنے لگتی اور وہ اس کے اس پر جوش انداز پر مسکرا کر رہ جاتی۔

''اچھا اب اسے آرام بھی کرنے دے گی کہ یونہی اس کا سر کھاتی رہے گی، تجھے تو ذرا بھی احساس نہیں ہے کہ بچی اتنی دور سے سفر کر کے آئی ہے۔'' ناشتے سے فارغ ہو کر بھی جب وہ یونہی اسے لئے بیٹھی رہی تو آخر بی اماں کو ٹوکنا پڑا۔

''اوہو، میری تو مت ہی ماری گئی ہے۔'' اس نے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

''آپ تو ساری رات سوئی بھی نہیں ہوں گی اور اب صبح ہی صبح میں آپ کا سر کھانے لگی آیئے میں آپ کو آپ کا کمرہ دکھا دوں جو میں نے خود ڈیکوریٹ کیا ہے اور ایسا سجایا ہے کہ آپ خود داد دینے پر مجبور ہو جائے گی، ویسے ادی اگر آپ دن کا سفر کرتیں ناں تو قدرت کے حسین نظاروں سے بھی لطف اندوز ہوتیں، لیکن خیر ہم آپ کو خوب گھمائیں گے پھرائیں گے خوب موجیں اڑائیں گے۔'' وہ کہتی ہوئی اس کے ساتھ چل رہی تھی۔

''اب ادھر ہی نہ بیٹھ جانا سو جانے دینا بیچاری کو۔'' اماں بی کی نصیحت بھری آواز پر وہ پیچ کر مڑی اور کوئی کرا کرا سا جواب دینے کے لئے منہ کھولا لیکن وہ تو اپنی بات کہہ کر وہاں سے جا چکی تھیں۔

''اماں بی بھی ناں بس، ان کا بس چلے تو میرے منہ کو سوئی دھاگے سے سلائی کر دیں اور پیروں میں بیڑیاں پہنا دیں۔'' اس کے لہجے میں بیزاری کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

''شازمہ! اماں بی کی باتوں کا برا مت منا کہ یہ تو وہ ٹھنڈی چھایا ہیں کہ جس کی قدر اس سے محروم لوگوں سے پوچھو۔''

''تو اب آپ اس ٹھنڈی چھایا سے محروم نہ ہویئے گا ناں یہی رہ جائیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔'' وہ جیسے اپنی بات کہنے کے لئے موقع کی تلاش میں تھی۔

''بیوقوف، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تو اس دنیا میں نہیں رہنا۔'' اس نے ہنس کر بات ٹالی۔

اتنے میں وہ ایک کمرے کے دروازے کے قریب پہنچ کر رک گئیں۔

''جناب یہ ہے آپ کا کمرہ اسے کھولیے اور اندر داخل ہو جایئے کیونکہ اگر میں اندر گئی ناں تو آپ کو اپنے آرام کو خدا حافظ کہنا پڑے گا۔''

''او کے۔'' وہ اس کے انداز پر ہنس دی خوبصورت و شفاف ہنسی جھرنوں کی طرح بہتی ہوئی، اس نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا اور اسے گھما کر کھولتے جیسے ہی اندر داخل ہوئی ڈھیروں گلاب کی پتیاں اس پر نچھاور ہوئیں، سامنے کارنر پر رکھی چھوٹی سی گڑیا نے تالیاں بجاتے ہوئے اسے ویلکم کہا تھا۔ وہ چہرے پر حیرت و مسرت کے تاثرات لئے وہیں کھڑی تھی۔

''کہیے کیسا لگا؟'' شازمہ خوشی سے چہکتی آواز کے ساتھ اس کے برابر آن کھڑی ہوئی۔

''تھینک یو، تھینک یو ویری مچ شازی! میں تمہاری ان محبتوں کا قرض شاید کبھی نہ اتار پاؤں گی۔'' اس نے نم آنکھوں سے اسے گلے لگا لیا۔

نجانے کتنا وقت گزر گیا تھا انہیں وہاں کھڑے وہ ابھی تک بے یقینی کے بحر بیکراں میں ڈوب اور ابھر رہے تھے، وہ پوٹریٹ جو انہوں نے ان رات کی انتھک محنت کے بعد بنائی تھی وہ ان کے بالکل سامنے تھی، وہ وہاں کھڑے خود کو یہ یقین دلانے کی کوشش میں ناکام ہو رہے تھے کہ آیا واقعی انہوں نے اپنے اس تصور کو جیتی جاگتی زندگی سمیت باتیں کرتے سنا ہے، کیا تصور بھی کبھی حقیقت بنتے ہیں، اس کا ایک ایک نقش جو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے سنوارہ تھا، خدا نے نجانے کب اس میں روح پھونک دی تھی۔

نجانے وہ اور کتنی دیر یقینی و بے یقینی کی سی کیفیت میں گھرے وہاں کھڑے رہتے کہ دروازے پر دستک کی آواز نے انہیں اپنی جانب متوجہ کیا۔ انہوں نے بہت چونک کر اس سمت دیکھا اور پھر گہری سانس لیتے ہوئے سست روی سے چلتے ہوئے دروازہ کھول دیا۔

''چھوٹے شاہ جی مردانے میں کچھ مہمان آئیں ہیں جی۔''

''ٹھیک ہے تم چلو میں آتا ہوں۔'' وہ سر ہلاتا واپس مڑ گیا۔

''سنو چاچا کرم داد، میں ذرا رانو کی طرف جا رہی ہوں اماں بی کو بتا دینا۔'' وہ سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی چلائی ابھی وہ لان کی آخری سیڑھی پر ہی تھی کہ سامنے سے دوڑ کر آتی ہوئی رانو نظر آئی۔

''شانو، شانو۔'' وہ اسے آوازیں دیتی بھاگتی ہوئی آ رہی تھی، وہ بھی بھاگتی ہوئی لان کے درمیان پہنچ چکی تھی دونوں سہیلیوں نے پھولے سانسوں سمیت ایک دوسرے کے تھامے اور لان کے عین وسط میں اس کی مخملیں گھاس پر دھپ سے گر گئیں۔

''شانو! شہوار ادی آ گئیں کیا؟''

''ہاں، پر تجھے کیا، اتنی دیر سے کیوں آئی ہے تو میں نے کہا بھی تھا کہ صبح دن چڑھتے ہی آ جانا۔''

''کیا بتاؤں شانو جب میں کل شام کو یہاں سے گئی تو گھر میں ماما آیا بیٹھا تھا۔''

''اور تو اس کی خدمت گزاریوں میں لگ کر

سب کچھ بھول گئی۔''

''بھول نہیں تھی میں۔'' وہ چڑ کر بولی اور پھر فوراً ہی سر جھکا کر بولی۔

''تاریخ لیتے آیا ہے وہ شادی کی۔'' اس کے لہجے میں خوشیوں کی کھنک کے بجائے افسردگی کا راج تھا۔

''کیا شادی کی تاریخ۔''

''اور ہاں اماں ابا نے دے بھی دی، اگلے مہینے کی چار تاریخ۔'' اس کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو اور لہجہ نم تھا۔

''ہائے رانو تیری شادی ہوگی کتنا مزا آئے گا، تجھے میں خود دلہن بناؤں گی، ڈھولک بجاؤں گی، ڈھیر سارے گانے گاؤں گی، ہیں، پر تجھے کیا ہوا، تو کیوں رو رہی ہے۔'' اس کے کہنے کی دیر تھی کہ وہ اس کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''میں تیرے بغیر کیسے رہوں گی، شانو میرا گاؤں مجھ سے چھوٹ جائے گا، جان محمد کو شہر میں نوکری مل گئی ہے وہ مجھے بھی وہی لے جائے گا۔'' وہ روتے روتے بتا رہی تھی اس کی آنکھیں بھی پرنم ہو گئیں۔

''چل ہٹ پرے اور چھوڑ یہ بہانے بازیاں سب جانتی ہوں میں دل میں تو لڈو پھوٹ رہے ہوں گے اور میرے سامنے یہ اتنے بڑے بڑے مگر مچھ کے آنسو بہا رہی ہے۔''

''تو بہت بری ہے شانو بہت بری، یہ تو میں ہی پاگل ہوں جو تیرے سنگ دل لگا بیٹھی۔'' وہ اٹھ کر چل دی، لیکن اس نے فوراً ہی اس کا ہاتھ کھینچ کر گرا لیا۔

''اور تو کون سا بڑی اچھی ہے خود تو چلی جائے گی پیا سنگ اور مجھے تنہا کر جائے گی کیا کروں گی میں تیرے بغیر۔'' اب اس کی باری تھی رونے کی وہ ایک دوسرے کے ہاتھ تھامے روئے چلی گئیں۔

''ائے ہئے لڑکیوں پاگل ہوئی ہو کیا جو یوں روئے چلی جا رہی ہو۔'' اماں بی ان کے سر پر کھڑی تھیں انہیں شاید کسی ملازم نے اطلاع پہنچائی تھی جو یوں حواس باختہ سی دوڑی چلی آئیں تھیں اور سارا معاملہ پتہ چلنے پر اپنا سر پیٹ کر رہ گئیں۔

''ہائے میرے اللہ، مجھے تو ڈرا ہی دیا تم دونوں نے کہ جانے کیا افتاد آن پڑی کہ اس طرح روئے چلی جا رہی ہو، خدا سے کوئی خیر کی دعا کرو ایسے خوشی کے موقع پر تم یہ نحوست پھیلائے بیٹھی ہو اللہ مبارک کرے اللہ اس کے نصیب اچھے کرے اور اپنے گھر میں خوش رکھے۔'' وہ رانو کے سر پر ہاتھ پھیرتے دعائیں دینے لگیں۔

''اور تو، تو ایسے رو رہی ہے جیسے تجھے یہی بیٹھے رہنا ہو۔'' وہ شازمہ سے مخاطب ہوئی۔

''اللہ خیر رکھے تو بھی جلدی اپنے گھر کی ہو جائے گی اور پھر شوہر کی خدمت گزاریوں میں کہاں اتنا وقت ملتا ہے سہیلیوں سکھیوں کو یاد کرنے کا، پھر تو بس شوہر کے نخرے گھرداری اور بچے ہی یاد رہ جاتے ہیں۔'' اماں بی کی باتوں پر وہ ہونقوں کی طرح ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں اور وہ ان کو دعائیں دیتی اٹھ کر چلی گئیں اور وہ ''ہونہہ'' کہہ کر سر جھٹک کر اٹھ گئیں۔

''ان کو تو بس ایک ہی بات آتی ہے، چل اٹھ میں نے تیرے لئے اتنا کچھ بچا رکھا ہے۔'' وہ نم پلکیں صاف کرتی سوں سوں کی آواز نکالتی اس کو اٹھا کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔

''شہوار ادی تو ابھی سو رہی ہیں، دو دن سفر کر کے صبح سویرے پہنچی ہیں اس لئے بہت تھکی ہوئی ہیں، خود ہی اٹھیں گی تو ملواؤں گی تجھے ان سے۔''

''واؤ، ونڈر فل بہت خوبصورت باغ ہیں یہاں، سیب، اخروٹ، بادام، آلوچے، خوبانیاں، واؤ زبردست یقین کرو شازمہ میں زندگی میں پہلی بار قدرت کی حسین رعنائیاں دیکھ رہی ہوں، دور سے آتی جھرنے کی آواز کانوں میں کیسا رس گھول رہی ہے، آؤ وہاں چلتے ہیں۔''

''نہیں ادی وہ یہاں سے بہت دور ہے، لالا کے ساتھ چلیں گے کسی دن، آیئے میں آپ کو ندی پر لے چلتی ہوں، لیکن مشکل یہ ہے کہ وہاں تک جانے کے لئے ہمیں ایسی جگہ سے گزرنا پڑے گا جہاں دیو کا بسیرا ہے۔'' وہ اس کا ہاتھ تھامے امرودوں کے باغ میں داخل ہوئی۔

''ارے شازی اتنے امرود یہ تو امرودوں کا ہی باغ لگتا ہے۔''

''جی ہاں ادی یہی تو وہ جگہ اس لئے پہلے باغوں (باغات) کی پھلوں کی طرح یہاں سے امرود توڑنے کی کوشش مت کیجئے گا، بہت بڑے اور انتہائی بے مروت جن کا قبضہ ہے یہاں، جیسے ہی امرود توڑنے کے لئے ہاتھ بڑھاؤ فوراً نازل ہو جاتا ہے۔''

''تم سچ کہہ رہی ہو شازی۔'' اس نے حیرت و خوف کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ کہا تو اس کی ہنسی نکل گئی۔

''سچ کہہ رہی ہوں، لیکن آپ امرود توڑ لیں ہو سکتا ہے وہ جن آپ کو مہمان جانتے ہوئے کچھ نہ کہے۔'' اس نے کہتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر امرود توڑ لیا۔

''جی ہاں بالکل سچ کہا آپ نے، اس باغ پر قابض جن مہمانوں کو کچھ نہیں کہتا، وہ تو صرف اس گاؤں کی ایک ہی خوبصورت دوشیزہ پر عاشق ہوا ہے اور اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس پر قابض ہونا چاہتا ہے۔'' وہ سچ مچ نجانے کہاں سے وارد ہوا تھا اور بالکل اس کے سر پر کھڑا سرگوشی نما آواز میں اس کے کان کے قریب بولا تو وہ ادی کے خوف پر در آنے والی مسکراہٹ کو ہونٹوں تلے دبا کر فوراً ہی دو قدم پیچھے ہٹی تھی اور اس کی بات کو بالکل نظر انداز کر گئی۔

''کیجئے شطان کا نام لو تو شیطان حاضر ہو ہی جاتا ہے۔'' اس نے امرود توڑنے میں مگن شہوار شاہ کی توجہ ادھر دلائی تو انہوں نے چونک کر دیکھا۔

''ویسے یہ تو اپنے اپنے اعمال ہیں ورنہ بہت سے جن بہت نیک بھی ہوتے ہیں شیطان کی پہنچ سے دور۔'' وہ انتہائی انجان بنی اس پر چوٹ کرتی شہوار شاہ کا ہاتھ تھامے آگے بڑھ گئی۔

''ویسے اگر یہاں کے جن اتنے خوبصورت اور ماڈرن ہوتے ہیں تو ان سے ڈرنے کی تو کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ اس کی شرارت کو سمجھ کر معنی خیز لہجے میں بولیں۔ وہ دامن بچا کر نکل جانا چاہتی تھی لیکن وہ بھی نجانے کب سے منتظر تھا اس گھڑی کا۔

''مہمان کا تعارف کروائے بنا ہی جا رہی ہیں آپ محترمہ اور یہ ہماری مہمان نوازی کے خلاف ہے۔'' وہ ایک دم ہی ان کے سامنے آن کھڑا ہوا تو انہیں رک جانا پڑا۔

''واہ رستے میں روک کر مہمان نوازی کریں گے آپ۔'' اس نے تیکھے انداز میں کہا۔

''نہیں تعارف کے بعد باقاعدہ انوائیٹ بھی کریں گے لیکن شاید آپ بھی یہ بات بھول رہی ہیں محترمہ کہ اس وقت آپ ہماری اس چھوٹی سی سلطنت میں کھڑی ہیں اور اللہ کے فضل و کرم سے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔''

''جی، بہت بہت شکریہ آپ کا ایک امرود توڑنے پر تو جان نکل جاتی ہے چلے ہیں مہمان نوازیاں کرنے۔'' وہ ذرا سا ٹھٹھکا تھا، وہ جو ہمیشہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتی تھی

آج نگاہیں چرائے ہوئے تھی، البتہ اول روز والی خودسری آج بھی لہجے میں عیاں تھی، وہ ابھی بھی شہوار کا ہاتھ تھامے ہوئے تھی، انہوں نے ہاتھ دبا کر اس کے بڑھتے قدموں کو روک لیا۔

''مجھے ڈاکٹر شہوار شاہ کہتے ہیں، شازمہ کے چچا فاروق شاہ کی بیٹی ہوں اور کراچی سے آئی ہوں۔''

''او آئی سی، تو آپ ہیں شہوار شاہ، زوار شاہ نے ذکر کیا تھا مجھ سے آپ کی آمد کا۔'' اس کی بات پر اس کی آنکھوں میں حیرت ابھری تھی۔

''اینی وے، مجھے ڈاکٹر شاہ زیب شاہ کہتے ہیں، آپ کے بابا کے رشتے کے چچا زاد بھائی کا بیٹا ہونے کے ساتھ زوار شاہ کا دوست ہونے کا بھی شرف حاصل ہے ہمیں۔''

''ریئلی، پھر تو واقعی بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔''

''جی اعلیٰ ظرفی ہے آپ کی ورنہ یہ جملہ کسی اور کے منہ سے سننے کی خواہش حسرت ہی بنتی جا رہی ہے ہماری تو۔'' اس نے کن اکھیوں سے اس کی طرف دیکھا جو کہ بالکل انجان بنی کھڑی تھی، اس کے انداز و نظر پر وہ بھی شازمہ کی طرف دیکھ کر مسکرا دی۔

''ویسے آپ ایک بات تو بتائیں۔'' وہ شہوار شاہ کے قریب ہوا۔

''جو لوگ آنکھوں کو خوبصورت لگتے ہیں وہ اتنے انجان کیوں ہوتے ہیں۔''

''یہ تو آپ ان سے پوچھیں جو آپ کی آنکھوں کو خوبصورت لگتے ہیں۔'' اس کی گفتگو دلچسپ لگی۔

''تو پھر آپ ہی اس راز سے پردہ اٹھا دیجئے محترمہ۔'' اب وہ اس کی جانب جھکا تھا۔

''چلیں ادی، یہاں موجود فضول قسم کے لوگوں کی گفتگو بھی فضول ہی ہوتی ہے۔'' وہ مضبوطی سے ان کا ہاتھ کھینچتی ہوئی آگے بڑھ گئی، وہ لبوں پر خوبصورت مسکان سجاتے اسے دیکھتا رہ گیا۔

''ویسے بندہ خاصہ رومینٹک مزاج ہے، تمہارا کیا خیال ہے۔''

''چھوڑیں ادی، میں ایسے فضول خیالات ذہن میں نہیں پالتی۔''

''نہیں خیر، خیالات سے ساتھ ساتھ بندہ بھی خاصہ معقول ہے اور ایسا انسان فلرٹ نہیں کر سکتا۔''

''ادی پلیز۔'' اس نے ایک دم ہی ان کا ہاتھ چھوڑ دیا وہ تو پہلے ہی ان کے سامنے اس کی اتنی بکواس پر دل ہی دل میں آگ بگولہ ہو رہی تھی اور اب شہوار شاہ کا اس موضوع پر گفتگو کرنا اسے تپا گیا۔

''اللہ کا شکر ہے کہ میرے باپ بھائی سلامت ہیں اور مجھے یقین ہے کہ میری زندگی کا وہ جو بھی فیصلہ کریں گے وہ میرے حق میں بہتر ہو گا۔'' اس نے خفگی کا اظہار کرنا ضروری سمجھا شاید کہ یہ آئندہ کے لئے کوئی پیش بندی تھی۔

''او کے بابا، آئی ایم سوری، ناراض تو مت ہو۔'' وہ ان کے کہنے پر چونک کر مسکرا دی۔

''میں آپ سے ناراض نہیں ہو سکتی ادی، میرا تو جی چاہتا ہے کہ آپ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے پاس روک لوں. بس ادی اب آپ یہاں سے جلدی جانے کا نام نہیں لیں گی، ویسے بھی زوار لالا یہاں ہاسپٹل بنا رہے ہیں، آپ بھی ان کے ساتھ مل کر اپنی پریکٹس کیجئے گا۔''

''ہونہہ۔'' انہوں نے سر جھٹکا۔

''بھئی جس شخص کو مجھ سے بات کرنا بھی گوارا نہیں وہ شخص اپنے کام میں میری مداخلت برداشت کرے گا۔'' انہوں نے مسکراتے عام سے لہجے میں کہا۔

''کیا؟'' اسے تو جیسے ان کی بات پر شاک لگا تھا، وہ چلتے چلتے ندی کے کنارے پہنچ چکی تھیں۔

''ادی آپ کو یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔'' اس نے پانی میں پیر ڈال کر اس کی ٹھنڈک کو محسوس کیا اور پھر آگے بڑھی۔

''نہیں شازمہ مجھے غلط فہمی نہیں ہوئی تمہارے زوار لالا کو واقعی میرا آنا اچھا نہیں لگا۔'' انہوں نے شازمہ کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو تھام کر احتیاط سے ندی میں پاؤں رکھا اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ایک پتھر پر بیٹھ گئی تو شازمہ بھی ان کے سامنے رکھے پتھر پر اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھ گئی۔

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کل سے انہوں نے میرے ساتھ کوئی بھی بات نہیں کی، حالانکہ مجھے ریسیو کرنے گئے تو بھی میرے ساتھ سلام دعا نہیں کی۔'' وہ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پھر گویا ہوئیں۔

''میں تو خود یہاں بہت کچھ سوچ کر آئی تھی، لیکن جب گھر میں رہنے والے کسی ایک فرد کو آپ کی موجودگی اچھی نہ لگے تو ایسے میں یہاں رہنے کا فائدہ، میں جلد ہی یہاں سے چلی جاؤں گی۔'' نجانے کیوں بات کرتے کرتے ان کی آواز رندھ گئی۔

شازمہ جب ان کے ہاں گئی تو اس نے اپنے لالا کی اتنی تعریفیں کی کہ وہ اپنے اس ان دیکھے کزن کو دل ہی دل میں سراہے بنا نہ رہ سکی، اس کی سوچ اس کے خیالات اور اپنے ہاں کے پسماندہ لوگوں کی ترقی کے لئے اس کی جدوجہد کے متعلق سن کر خود بخود ہی اس کے دل میں اس کے لئے عزت واحترام کا جذبہ ابھر آیا اور انجانے میں ہی وہ اپنے ذہن کے کسی گمنام گوشے میں اس کا خیالی پیکر تراش بیٹھی۔ اسٹیشن پر موجود اس مردانہ وجاہت کے بھرپور شاہکار کو دیکھ یکبارگی ہی دل بہت زور سے دھڑکا تھا اور ایسا تو پہلے کبھی بھی نہ ہوا تھا۔ وہ اپنی خوبصورتی و ذہانت سمیت زندگی کی پچیس بہاریں دیکھ چکی تھی۔ اسے ہمیشہ ایسا محسوس ہوا تھا کہ جسے وہ اس دنیا میں آئی ہی محبتیں سمیٹنے کے لئے ہے۔

جب ماما زندہ تھی تو ماما اور بابا اس کی ایک چھینک پر بھی پریشان ہو جاتے، وہ اتنی پیاری اور خوبصورت تھی کہ راہ چلتے لوگ بھی رک کر اسے پیار کرتے تھے، اپنی ذہانت اور قابلیت کی بنا پر سکول میں بھی وہ سب کے لئے بیسٹ سٹوڈنٹ تھی، لڑکیاں اگر اس کے حسن کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملاتی تو لڑکے ہر لمحہ اس کی راہوں میں پلکیں بچھائے رہتے، لیکن وہ اپنی پروقار شخصیت کے باعث کسی کا بھی دل دکھائے بغیر اپنی راہ چلتی تو ہر کوئی اس کی عزت کرنے پر مجبور ہو جاتا، اخلاق اور ملنساری اس میں بدرجہ اتم موجود تھی تو رحم دلی میں بھی وہ اپنی مثال آپ تھی، تعلیمی کیریئر کے دوران ہی ایک سے بڑھ کر ایک شخص اور محبت کے دعویداروں نے اس کی سمت ہاتھ بڑھائے تھے لیکن وہ اپنے دل کی خاموشی پر محض مسکرا کر آگے بڑھ گئی تھی اور جہاں دھڑکنوں نے ساز چھیڑا تھا، وہاں مقابل کی بے اعتنائی اور لاتعلقی اس کے دل میں درد بن کر اتری تھی اس کی یہ بے رخی دل برداشت نہ کر پا رہا تھا۔ یہ دو ہی دن اسے صدیوں پر محیط لگے تھے، ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اس شخص کو برسوں سے جانتی ہو دل اسے اجنبی ماننے پر تیار نہ تھا لیکن اس کا رویہ ابھی تک اجنبیت کی ان دیکھی دیوار کھڑی کئے ہوا تھا اور وہ اس کی وجہ نہ جان پائی تھی۔

''ارے نہیں ادی، ایسا کچھ نہیں وہ تو شاید خود حیران رہ گئے ہیں اور اتنے حیران ہیں کہ آپ

کو دیکھتے ہی ان کی قوت گویائی سلب ہوگئی ہے۔" وہ بے اختیار ہی کہہ گئی۔

"کیا مطلب کس بات پر حیران ہیں؟" شہوار شاہ نے اچنبھے سے پوچھا۔

"آں، یہ تو وہ آپ کو خود ہی بتائیں گے مجھے اس کی اجازت نہیں ہے۔" اس نے پانی اچھالتے شوخی سے کہا۔

اسی دم کھنکتے قہقہے ان کی سماعت سے ٹکرائے تو وہ اس سمت دیکھنے لگیں، بہت سی لڑکیاں گھڑے اٹھائے ندی کی جانب آرہی تھیں۔

"ارے نہیں یہ تو اپنی شانو ہے لیکن ساتھ میں تو واقعی کوئی آسمان سے اتری پری ہی لگتی ہے۔" وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسی۔

"تو کیا اپنی شانو کسی پری سے کم ہے کیا۔" سب کھلکھلا کر ہنس دیں، شہوار شاہ بہت دلچسپی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"ارے شانو بتا ناں یہ کون ہے تیرے ساتھ۔" رنگ برنگے لباس پہنے ہونٹوں پر مسکراہٹیں سجائے اس کے بارے میں دریافت کررہی تھیں، ان کے گھڑے بھی ان کے لباس کی طرح مختلف رنگوں سے مزین تھے، ان کے یہ منظر میں اونچے اونچے پہاڑ اور پھلوں سے لدے پھندے درخت اس کے لئے یہ سب بہت انوکھا اور دلفریب تھا، شانو نے اس کا تعارف کرایا سب سے۔

"رانو کیوں نہیں آئی تمہارے ساتھ میں اس کا انتظار کررہی تھی۔"

"تجھے نہیں پتا رانو کی ماں نے پردہ کروادیا ہے اس کا۔"

"ابھی سے پردہ۔"

"ابھی سے کیا مطلب پندرہ دن ہی تو رہ گئے ہیں اس کی شادی میں کل سے ہی ڈھولک بجنے لگے کی گاؤں میں۔"

"ارے ابھی تو اتنی کم عمر ہے رانو ابھی سے اس کی شادی کردیں گے اس کے ماں باپ۔"

"کم عمر کہاں جی، پورے انیس سال کی ہوگئی ہے ہمارے گاؤں میں تو چودہ پندرہ سال کی لڑکی کو بیاہ دیتے ہیں جی۔" شہوار شاہ نے تائید طلب نظروں سے شازمہ کی طرف دیکھا تو اس نے اثبات میں سر ہلادیا۔

"او مائی گاڈ، تو پھر وہ کس طرح مینج کرتی ہے اپنی زندگی کو۔"

ان کے سوال پر وہ گہری سانس لیتی اٹھ کھڑی ہوئی تو وہ بھی اس کے ساتھ چلتی ہوئیں ندی سے باہر نکل آئیں۔

"یہاں زندگی کسی مینجمنٹ کے تحت نہیں گزرتی ادی، بس گزر جاتی ہے، اب تو حالات پھر بھی بہت بہتر ہوگئے ہیں، گاؤں میں سکول بننے کے باعث لوگوں میں کچھ شعور آگیا ہے بابا اب ایک کالج بھی بنانا چاہتے ہیں، لالا ہاسپٹل کی تگ و دو میں لگے ہیں، انشا اللہ ہمارا علاقہ بہت جلد ترقی کرلے گا۔"

"انشا اللہ لیکن موبائل سگنلز بالکل نہیں ہیں کتنا پرابلم ہوتا ہے۔"

"اب یہ تو ہمارے اختیار میں نہیں۔" وہ ہنس دی۔

"کیا مسئلہ ہے آپ کے ساتھ آخر۔" وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے ان کے سامنے کھڑی تھی۔

"کب ختم ہوگی آپ کی ہی صم بکم والی کیفیت۔"

"کیوں کیا ہوا؟" وہ نہایت معصومیت سے پوچھ رہے تھے۔

"لالا اگر شہوار ادی واپس چلی گئیں ناں تو میں بھی آپ سے کٹی ہوجاؤں گی۔"

"بھئی آنے والوں کو جانا تو ہوتا ہی ہے۔"

انہوں نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"میں تو اپنی شرط پہلے ہی دن ہار چکا ہوں اور اب اپنی شکست بھی تسلیم کرتا ہوں۔"

"تو پھر مسئلہ کیا ہے۔" اس نے الجھ کر پوچھا۔

"شاہ جی، شاہ زیب شاہ باہر جیپ میں آپ کا انتظار کررہے ہیں۔" اسی دم کرم داد نے آکر اطلاع دی۔

"ہاں ٹھیک ہے میں آرہا ہوں۔" وہ اسے بھیج کر شانو کی طرف متوجہ ہوئے۔

"آج سے ہاسپٹل کی تعمیر کا کام شروع ہو رہا ہے انشا اللہ میں وہیں جارہا ہوں، میرے پاس اب زیادہ وقت نہیں ہو مصروفیت بہت بڑھ جائے گی، اس لئے پلیز مجھے زیادہ ڈسٹرب مت کرنا۔" وہ آج معمول سے زیادہ سنجیدہ تھے۔

"لالا، شہوار ادی بھی تو ڈاکٹر ہیں آپ انہیں بھی اپنے ساتھ......"

"وہ ابھی ایگزامز سے فارغ ہوئیں ہیں ہماری مہمان ہیں انہیں کچھ دن ریسٹ کرنے دو اور پھر اگر ان کی مرضی ہوئی تو وہ ہمارے ساتھ اپنے فرائض انجام دے سکتی ہیں۔"

"لالا وہ بہت......"

"بس اب کچھ نہیں خدا حافظ۔" وہ کہتے ہوئے اپنی چیزیں سمیٹ کر باہر نکل گئے، اس نے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پر مکہ مار کر اپنا غصہ نکالا، وہ انہیں بتانا چاہتی تھی کہ وہ ان کے رویئے سے کتنی ہرٹ ہوئی ہیں، لیکن اب زوار شاہ کا رویہ تو خود اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

"ٹھیک ہے خود ہی پچھتائیں گے میں بھی ادی کو کچھ نہیں بتاؤں گی اپنا معاملہ خود ہی نمٹائیں گے۔" وہ الجھتی ہوئی ان کے کمرے سے نکل آئی، بی اماں کے پاس رانو کی ماں آئی بیٹھی تھی۔

"ہاں، ہاں جنتے، رانو تو ہماری اپنی دھی ہے کیسے نہیں آئیں گے شادی پر تو فکر نہ کر کسی بھی چیز کی ضرورت ہو ضرور بتانا، شانو کی سہیلی ہے کوئی کسر نہ رہ جائے اس کی شادی میں۔"

"نہ جی نہ ایک ہی تو بیٹی ہے ہماری، اسی کے لئے تو ہے سب کچھ، بس آپ دعا کرو شاہ بی بی کہ اللہ اس کی قسمت نیک کرے۔" اس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے وہ سر جھکائے بڑی انکساری سے بول رہی تھی۔

"ہماری تو ساری دعائیں ہی ان بچیوں کے لئے ہیں جنتے اللہ ان کو اپنے گھروں کے بھاگ لگائے۔"

"آمین۔" جنتے فوراً بولی۔

"لے کچھ پیسے رکھ لے ضرورت پڑ جاتی ہے ایسے موقعوں پر۔" انہوں نے ہزار ہزار کے نوٹ اس کی جانب بڑھائے۔

"نہ جی نہ شاہ بی بی اتنے پیسے میں نہ لوں گی۔"

"جنتے رانو تیری ہی نہیں ہماری بھی بیٹی ہے ہمارا بھی اس پر اتنا ہی حق ہے جتنا کہ تیرا میں تیرے لئے نہیں اس کے لئے دے رہی ہوں۔" اماں بی کا لہجہ رسانیت لئے ہوئے تھا، اس نے لرزتے ہاتھوں سے پیسے تھام لئے، اس نے یکمشت اتنی رقم کبھی نہ دیکھی تھی۔

"پورے بیس ہزار ہیں روٹی کے لئے، اور ہاں جہیز کا بھی سارا سامان ہماری طرف سے ہو گا۔" ان کی بات پر وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان کی طرف دیکھ رہی تھی، ان کی کتنی بڑی پریشانی انہوں نے دور کردی تھی، بھاہ سراج اچانک ہی تاریخ لینے آدھمکا تھا اور اس کے پرزور اصرار پر انہیں تاریخ دیتے ہی بنی، ورنہ تو وہ اپنی اکلوتی بیٹی کو اتنی جلدی خود سے جدا کرنے کا سوچ بھی نہ سکتی تھی، دو ہی تو اولادیں تھیں اس کی ایک بیٹا اور ایک بیٹی، بیٹا بھی خاصا محنتی اور بہن سے محبت

کرنے والا لیکن ایک غریب ہاری آخر کتنا کما سکتا تھا، بھاہ سراج تو سمجھ دار اور احساس کرنے والا بھائی تھا لیکن بھرجائی تھوڑی لالچی تھی۔ اپنے بیٹے کو پڑھایا لکھایا تھا بی اے پاس بیٹا اب شہر میں نوکری کرتا تھا اور وہ چاہتی تھی کہ بہو بھی پڑھی لکھی ہونے کے ساتھ ساتھ ڈھیروں جہیز بھی ساتھ لائے تو کلیجے میں ٹھنڈ پڑے گی۔ لیکن جان محمد اچھا اور سلجھا ہوا نوجوان تھا اور پھپھو کے گھر شادی پر بضد رہا تھا، اس کی خواہش پر ہی تو دو سال پہلے یہ منگنی ہوئی تھی۔

''ناں چاچی! آخر تجھے اتنی جلدی کیا پڑی ہے اس کی شادی کرنے کی۔'' شانو کی تیز آواز پر وہ اپنے خیالوں سے چونکی۔

''بس دھی، دھیاں تیم سے اپنے گھر والی ہو جائیں تو ہی چنگی لگتی ہیں۔''

''ہاں چنگی لگتی ہیں اور میں، میں کیا کروں گی اس کے بغیر۔'' وہ شاید زوار شاہ کا سارا غصہ اس غریب پر نکالنا چاہتی تھی۔

''ہاں شاہ بی بی یہ بھی کچھ سوچا ہے کہ رانو کے بعد اس کی سہیلی کیا کرے گی۔'' اس نے مسکراتے ہوئے معنی خیزی سے پوچھا۔

''ہاں جنتے سوچ لیا ہے، بس زوار شاہ ذرا اپنے کام سے فارغ ہو جائے تو ہم بھی بسمہ اللہ کرتے ہیں۔'' اماں بی کی بات کے ساتھ ساتھ ان کے چہرے پر گہری اور پرسکون مسکراہٹ دیکھ اسے جھٹکا لگا تھا، وہ آنکھوں میں حیرت سموئے ٹکر ٹکر انہیں دیکھے گئی۔

''اب جو رشتہ آیا ہے دونوں باپ بیٹا بہت خوش ہیں اس پر۔'' اسے اپنے حواس معطل ہوتے ہوئے محسوس ہوئے۔

''پہلے تو مان ہی نہیں رہے تھے لڑکا امریکہ سے......'' وہ ان کی پوری بات سنے بغیر جھٹکے سے اٹھی اور اپنے کمرے میں آ کر دھڑام سے بیڈ پر گری تھی، ایک دم ہی اسے اپنے ذہن و دل خالی ہوتے ہوئے محسوس ہوئے، ایک سناٹا تھا جو اسے اپنے اندر اترتا ہوا محسوس ہوا تھا اور پھر اس کی ساری شوخیاں اچانک ہی کہیں جا سوئیں تھیں، جس کی وجہ وہ خود بھی جان نہ پائی تھی یا پھر جاننا ہی نہ چاہتی تھی، جب کہ باقی لوگ اس کی اداسی کو رانو کی جدائی پر محمول کر رہے تھے، شہوار شاہ بہت جلد بوریت محسوس کرنے لگی تھی اگر اداسیوں نے اس پر تسلط نہ جمایا ہوتا تو ایسا کبھی نہ ہوتا، لیکن اب وہ خود کو مجبور پاتی تھی۔

''شازمہ آخر یہ اداسی کا پروگرام کب تک چلے گا۔'' وہ زچ سی بولیں تو وہ چونک کر دیکھنے لگی۔

''ٹھیک ہے پھر میں واپس جا رہی ہوں، تم دونوں بہن بھائی کا رویہ بہت دکھ پہنچا رہا ہے مجھے، ان صاحب بہادر کو تو ویسے بھی کسی گھر آئے مہمان سے بات کرنے کی فرصت نہیں ہے اور تم نجانے کون سا غم دل کو لگائے بیٹھی ہو، رانو تو اب اپنے گھر جا بسی اور بہت خوش بھی اور ایک تم ہو کہ۔''

''آئی ایم سوری ادی، آئی ایم ویری سوری۔'' اسے واقعی اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا۔

''چلیں باہر گھومنے چلتے ہیں۔'' وہ فوراً ہی بیڈ سے اتری، باہر کا موسم بے حد خوشگوار ہو رہا تھا، آسمان گہرے بادلوں کی لپیٹ میں تھا، ہلکی ہلکی ہونے والی بوندا باندی نے اس کے اندر جما غبار ایک دم ہی دھو ڈالا تھا، وہ ایک گہری سانس فضا کے سپرد کرتے ہوئے مسکرا دیں۔

''ایسے موسم میں بھی اماں باہر تو جانے نہیں دیں گی چلیں جھولا جھولتے ہیں۔'' اس نے جیسے باہر جانے سے دامن بچایا ورنہ وہ کہاں اماں بی کے روکنے پر رکنے والی تھی، اس نے پیپل پر پڑے جھولے کو جو اس وقت حویلی کی ملازمہ سکینہ کے قبضے میں تھا دیکھ کر کہا تو وہ فوراً بولی۔

''ناں بابا ناں بہت ڈر لگتا ہے مجھے۔''

''ارے نہیں ادی ڈرنے کی کیا بات ہے بہت مزا آتا ہے، آئیں میرے ساتھ۔'' وہ اس کا ہاتھ تھامے سیڑھیاں اترنے لگیں۔

''ہاں بھئی ادی سکینہ موسم سے لطف اندوز ہوا جا رہا ہے یا چاچا کرم داد کی یاد ستا رہی ہے۔'' جھولا جھولتی سکینہ کے چہرے پر ایک دم ہی حیا کے سارے رنگ اتر آئے، ایک سال قبل ہی ان کی شادی ہوئی تھی، دونوں میاں بیوی ان کے خاندانی ملازم تھے کرم داد اگرچہ عمر میں اس سے آٹھ دس سال بڑا تھا لیکن دونوں میں بہت محبت تھی، آج کل زوار شاہ اسے بھی اپنے ساتھ بہت مصروف رکھتا تھا، وہ بہت دلچسپی سے اس کے چہرے پر پھیلی دھنک کو دیکھ رہی تھی شادی سے پہلے بھی اس نے ان دونوں کو کئی بار چوری چوری باتیں کرتے دیکھا تھا، ان دونوں کی محبت کی گواہ تھی وہ لیکن ان کی بیوقوفی پر ہنستی بھی خوب تھی، لیکن اب جب اپنے دل میں ایک ٹیس سی اٹھتی تو گڑبڑا جاتی۔

''لے شانو بی بی بھلا مجھے کیوں اس کی یاد ستانے لگی وہ کون سا بہت دور گیا ہے ہر روز ہی تو رات کو آ جاتا ہے گھر۔'' وہ کہتے ہوئے جھولے سے اتر آئی۔

''اچھا ایسا کر کہہ پکوڑے بنا اور مچھلی بھی تل لینا موسم کی خرابی کے باعث ہو سکتا ہے لالا بھی جلدی آ جائیں واپس۔''

''ٹھیک ہے جی۔'' وہ کہتی ہوئی چلی گئی۔

''چلیں ناں ادی بیٹھیں۔''

''نہیں پہلے تم بیٹھو۔'' ان کے انداز پر وہ ہنستی ہوئی جھولے پر بیٹھ گئی، آہستہ آہستہ جھولا جھولاتے وہ موسم کی رنگینی میں کھو سی گئی، لیکن پھر نجانے کیا ہوا کہ جھولے کی رفتار تیز ہوتی چلی گئی لمحہ بہ لمحہ بڑھتی ہوئی رفتار شہوار شاہ کو خوفزدہ کر گئی۔

''پلیز شازی آہستہ جھولا جھولو ورنہ گر جاؤ گی۔'' شہوار شاہ نے جب اسے درخت کے پتوں کو چھوتے دیکھا تو چلائے بغیر نہ رہ سکی، اسے ایسا لگا کہ ابھی جھولے والی لچک کھاتی ہوئی شاخ ٹوٹ کر گر جائے گی اور شازمہ کی ہڈی پسلی ایک ہونے میں دیر نہ لگے گی، لیکن وہ اس کی چیخ و پکار کو سن کہاں رہی تھی، اس کے اندر تو نجانے کیسا طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا کہ لمحہ بہ لمحہ اس کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی گئی، شہوار شاہ آخر تھک کر وہاں سے جانے کے لئے مڑی کہ اس کی رفتار اسے خوف زدہ کر رہی تھی، لیکن ابھی اس نے پہلی ہی سیڑھی پر قدم رکھا تھا کہ حلق سے برآمد ہونے والی تیز چیخ حویلی کے بام و در ہلا گئی وہ دہل کر مڑی، شازمہ تیز رفتار جھولے کے ساتھ لٹکتی خود ہی ادھر ادھر جھول رہی تھی، وہ چیخ مارتی اس کی جانب دوڑی اسی دم شاہ زیب شاہ کی تیز رفتار جیپ بھی پورچ میں آن رکی اسی لمحے وہ زمین پر گری تھی، شاہ اور کرم داد بھی اسے گرتے ہوئے دیکھ چکے تھے، زوار شاہ جو کہ فرنٹ سیٹ پر شاہ زیب شاہ کے ساتھ بیٹھا تھا ایک ہی جست میں باہر کودا اور دوڑتا ہوا ان تک پہنچا۔ یہ چیخ و پکار سن کر حویلی کی عمارت کے اندر سے بھی سب لوگ بھاگم بھاگ وہاں پہنچے تھے، جب کہ اس کے سر اور ناک میں سے خون روانی سے بہہ رہا تھا، کچھ بھی سجھائی نہ دے رہا تھا، پلک جھپکتے ہی یہ سب کچھ ہو گیا تھا، اماں بی ہانپتی کانپتی سیڑھیاں اتر رہی تھیں لیکن زوار شاہ بے ہوش شازمہ کو اپنے بازوؤں میں اٹھائے فوراً ہی اندر کی طرف بھاگا تھا، لمحوں میں ہی قیامت برپا ہو گئی تھی، روتی ہوئی شہوار کے کپڑے اس کے خون سے تر ہو چکے تھے، زوار شاہ اس کی حالت دیکھ کر نڈھال ہو کر صوفے پر گر گئے، ایسے میں شاہ زیب شاہ نے فوراً ہی

آگے بڑھ کر فوری ٹریٹمنٹ دی تھی، بی اماں کی آہ و بکا جاری تھی، وہاں موجود ہر شخص کی آنکھ اشکبار تھی، اس کے سر پر پٹی باندھتے شاہ زیب شاہ کے ہاتھوں کے ساتھ ساتھ دل بھی لرز رہا تھا، لمحوں میں ہی وہ سرسوں کا پھول بن گئی تھی، انجکشن لگانے کے بعد وہ کرسی پر ڈھے سا گیا، سب کی اس کی جانب امید طلب نگاہیں جمائے ہوئے تھے وہ کاغذ قلم منگوا کر تیزی سے اس پر لکھنے لگا۔

''کرم داد فوراً شہر جا کر یہ دوائیں اور انجکشن لے آؤ۔'' اس نے کاغذ اس کی طرف بڑھایا تو کرم داد کاغذ تھام کر فوراً نکل گیا۔

''کیا تمہارے میڈیکل سٹور پر یہ دوائیں نہیں ہوں گی۔'' زوار شاہ نے بیقراری سے پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلا گیا اور پھر فوراً ہی اس نے ایک رپورٹ تیار کر کے پرچہ اس کے ہاتھ میں دے دیا جسے پڑھ کر انہوں نے متذبذب کھڑی شہوار کی طرف بڑھا دیا۔

''تھینک گاڈ۔'' اسے پڑھ کر بے اختیار ہی اس کے منہ سے نکلا تھا۔

''مجھے بھی تو بتاؤ کیا حال ہے میری بچی کا۔'' بی اماں جو مسلسل بہتی آنکھوں کے ساتھ اس کے سرہانے بیٹھی قرآنی آیات پڑھ پڑھ کر اس پر پھونک رہی تھیں بولیں۔

''کوئی خطرے کی بات نہیں ہے بی اماں سب ٹھیک ہے معمولی چوٹیں ہیں جلد ٹھیک ہو جائیں گی۔'' شاہ زیب شاہ نے ان کی تسلی کرائی۔

''میرا خیال ہے اب انہیں آرام کرنے دیا جائے ایسی حالت میں شور ان کے لئے ٹھیک نہیں ہے۔''

''میں تو اپنی بچی کے پاس سے نہیں اٹھوں گی تم سب جاؤ، ہائے سارا ہی خون نچڑ گیا ہے میری بچی کا تو۔'' وہ پھر رونے لگیں تو وہ انہیں تسلی دیتے ہوئے کمرے سے نکل آئے۔

''خون کی کمی کو تو خون دے کر پورا کیا جا سکتا ہے لیکن مجھے شک ہے کہ دماغ کی ہڈی میں معمولی سا فریکچر ہوا ہے میرا خیال ہے انہیں شہر لے جانا پڑے گا لیکن خیر صبح تک دیکھ لیتے ہیں۔''

''یار مجھے تو سمجھ ہی نہیں آیا لمحوں میں اتنا کچھ ہو گیا۔'' زوار شاہ ابھی تک خود کو سنبھال نہ پائے تھے۔

''میں تو کوس رہی ہوں اس وقت کو جب میں اسے اس کے کمرے سے نکال کر باہر لے گئی تھی۔'' شہوار شاہ نے ہاتھ مسلتے ہوئے اضطراری انداز میں کہا تو وہ ان کی سوالیہ نظروں کا مطلب جان کر انہیں اس کے پچھلے رویئے کے متعلق بتانے لگی۔

وہ اپنے کمرے میں آنکھوں پر بازو رکھے لیٹا تھا، اس سے پہلی ملاقات سے لے کر اب تک کے تمام مناظر ایک کے بعد ایک اس کی دماغ کی اسکرین پر نمودار ہو رہے تھے، آج اتنے دنوں بعد اسے دیکھا بھی تو کس حالت میں، رانو ہی کی شادی پر وہ اسے آخری بار نظر آئی تھی بہت اداس اور سی وہ تنہا کھڑی تھی، وہ اسے رانو کے حوالے سے ہی تنگ کرنا چاہتا تھا لیکن وہ نظریں چرا کر خاموشی سے اس کے پاس سے ہٹ گئی تھی اور اب اسے اس حالت میں دیکھ کر دل اپنے اختیار سے باہر ہوا جاتا تھا۔

زوار شاہ تو بھائی تھا اپنے جذبات کا اظہار کر سکتا تھا، لیکن وہ اپنے دل پر بیت جانے والی قیامت کا ذکر کس سے کرتا وہ جو کچھ بھی عرصے میں اسے خود سے بڑھ کر عزیز ہو گئی تھی، لیکن نجانے کیوں وہ اس سے اتنی متنفر تھی، جب ہی اس نے پیش قدمی کی وہ اسے کسی بھی خاطر میں نہ

اتے ہوئے آگے بڑھ جاتی اس کا یہی رویہ اس کے لئے تکلیف دہ ہوتا تھا اور اب جب کہ وہ باقاعدہ ایک منصوبہ بندی کے تحت آگے بڑھا تھا تو اس نے خود کو گھر میں مقید کر لیا تھا اور اداسیوں کی دبیز تہہ میں لپٹ کر سب سے بیگانہ ہو گئی تھی۔

''مگر کیوں؟'' یہ ایک ایسا سوالیہ نشان تھا کہ جس کے بعد ہر منظر غیر واضح تھا، نجانے رات کے کس پہر اس کی آنکھ لگی تھی کہ صبح دروازے پر دستک کی آواز پر ہی کھلی، وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور گہری سانس لیتا ہوا سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا، ملازم چائے لایا تھا۔

''چھوٹے شاہ، شاہ بابا کا حکم ہے کہ جلدی سے تیار ہو کر آ جائیں سب لوگ ابھی ظہور شاہ صاحب کے ہاں جائیں گے۔''

''ہاں ٹھیک ہے تم چلو میں آتا ہوں۔'' وہ کہہ کر خالی کپ رکھتا ہوا اٹھ گیا۔

سب لوگ اندر کی طرف بڑھ گئے جب کہ وہ لان میں ہی رکھی کرسیوں پر زوار شاہ کے ساتھ براجمان ہو گیا۔

''اب کیا کنڈیشن ہے۔'' اس کے سوال پر زوار شاہ نے پرسوچ انداز میں اس کی جانب دیکھا۔

''ابھی ہوش نہیں آیا اسے یہ تو تم ہی بہتر بتا سکتے ہو کہ کیا کنڈیشن ہے، تم اسے خود چیک کر لو تو زیادہ بہتر ہے۔'' وہ کہتے ہوئے اٹھ گئے لیکن وہ متذبذب سا بیٹھا تھا۔

''آؤ نا یار کیا سوچنے لگے۔'' ان کے پوچھنے پر وہ سر اٹھا کر دیکھنے لگا اور اسے آمادہ دیکھ کر اٹھ کر ان کے ساتھ چل دیا۔

''اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ تمہارا اس طرح آنا معیوب سمجھا جائے گا تو اس خیال کو دل سے نکال دو اور پھر تم کون سا بلاوجہ آئے ہو، وہ تمہاری پیشنٹ ہے اور تم اس کے معالج ہو اس وقت، ڈیٹس آل۔''

سب لوگ اسے ایک نظر دیکھ کر ڈرائنگ روم میں بیٹھ چکے تھے لہٰذا وہ بلاتوقف اس کو اسے کے کمرے میں چلے آئے۔

''شہوار نے صبح اسے چیک کیا ہے پچھلے کچھ دنوں کے اس کے رویہ کو دیکھتے ہوئے اس کا کہنا ہے کہ وہ کسی ذہنی دباؤ کا شکار ہے اور یہ حادثہ بھی اس کی جنوں خیری کا نتیجہ ہے۔'' وہ ان کی باتوں پر بالکل خاموش رہا تھا، لیکن اس کا ذہن مختلف سوچوں کی آماجگاہ بن چکا تھا۔

''تم اس کا تفصیلی چیک اپ کرو میں بابا کو دیکھتا ہوں وہ رات ہی مردان سے واپس لوٹے ہیں اور خاصے پریشان ہیں بمشکل انہیں نیند کی گولیاں کھلا کر سلایا تھا میں نے۔'' وہ کہتے ہوئے باہر نکل گئے، وہ بیڈ پر بالکل بے خبر لیٹی تھی اس کے چہرے پر کھنڈی زردیاں اس کے دل کے موسم کو مزید زرد کر گئیں وہ یک ٹک اسے دیکھتا چلا گیا۔

''ایسی کیا گستاخی ہو گئی شازمہ شاہ کہ تم اس طرح روٹھ گئیں مجھ سے پلیز اتنا مت ستاؤ مجھے، تمہاری یہ حالت یہ خاموشی سہہ نہ پاؤں گا میں۔'' وہ گہری سانس لیتا آگے بڑھ کر اس کی کلائی تھامے نبض چیک کرنے لگا، تبھی دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر شہوار شاہ اندر چلی آئی۔

''السلام وعلیکم!'' اس نے سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیا اور دوبارہ ہاتھ میں پکڑے پیپرز پر لکھنے لگا۔ اتنے میں زوار شاہ بھی چلے آئے۔

''کل جو انجکشن شہر سے منگوائے تھے وہ لگا دیئے تھے آپ نے۔''

''ہاں، اسی وقت۔'' اس کی پریشان صورت دونوں کو ہی پریشان کر رہی تھی۔

''اور ڈرپ بھی پوری لگائی تھی؟''

''ایک نہیں تین لگا چکی ہوں۔''

''لیکن کوئی فرق نہیں پڑا۔'' انہیں شہر لے جائے بغیر بات نہیں بنے گی، فوراً چلنے کا بندوبست کریں

''مائی گاڈ، کیسی عجیب بات ہے کہ تین تین ڈاکٹرز یہاں موجود ہیں لیکن فسیلٹیز نہ ہونے کی بنا پر بالکل بے بس ہیں ہم لوگ۔'' شہوار شاہ نے پریشانی سے اظہار خیال کیا، زوار شاہ جلدی سے باہر نکل گئے اور وہ اس کا ضروری سامان اکٹھا کرنے لگی۔

اماں بی ساتھ چلنے پر بضد تھیں تو ظہور شاہ کو بھی کسی پل قرار نہ تھا، لیکن ان کو گھر چھوڑ کر ایک ملازمہ سمیت وہ تینوں ہی روانہ ہوئے تھے۔

''مجھے سمجھ نہیں آتا زوار شاہ کہ آپ نے ہاؤس جاب کے بعد اپنے علاقے میں ہاسپٹل بنانے میں اتنی دیر کیوں کر دی جب کہ میں سمجھتی ہوں کہ یہ کام یہ اس وقت ہی شروع ہو جانا چاہئے تھا جب آپ نے میڈیکل لائن جوائن کی۔'' وہ شہوار شاہ کی بات پر چند لمحے خاموش رہے پھر سوچتے ہوئے گویا ہوئے۔

''ہمارے ان علاقوں میں کوئی بھی کام شروع کرنے سے پہلے، ہمیں سینکڑوں مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اگر ہم ان مخالفتوں کی پرواہ نہ کریں تو گورنمنٹ کے ایک لمبے چوڑے پراسس سے گزرنا پڑتا ہے، میں پچھلے تین سالوں سے اس بھاگ دوڑ میں لگا ہوں اور اب کہیں جا کر خدا خدا کر کے یہ کام شروع کرنے کے قابل ہوا ہوں اور اب اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں نجانے ہمیں کتنے مراحل سے گزرنا پڑے گا۔'' شاہ زیب شاہ فرنٹ سیٹ پر ڈرائیور کرم داد کے ساتھ تھا، جب کہ وہ لوگ پیچھے تھے۔

''آپ کے اندازے کے مطابق کتنا عرصہ لگے گا ہوسپٹل کا کام مکمل ہونے میں۔''

''کم از کم بھی دو سال، میری خواہش ہے کہ میں اپنے ہوسپٹل میں ہر وہ سہولت مہیا کروں جو کہ شہر کے کسی بھی اچھے اور بڑے ہوسپٹل میں موجود ہوتی ہے اور انشا اللہ خدا کی مدد ساتھ رہی تو میں ایسا ضرور کروں گا۔'' ان کے چہرے کے ساتھ ساتھ لہجے میں بھی ایک عزم تھا۔

''انشا اللہ۔'' اس نے بھی دل کی گہرائیوں سے کہا، تو وہ بلا ارادہ ہی اس پر نظریں جمائے دیکھنے لگے، وہ ان کی نظروں کی گہرائی کو محسوس کر کے نگاہیں چرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

''میرا خیال ہے کہ اب تک اسے ہوش آ جانا چاہیے تھا۔'' اس نے محض اس کی توجہ بٹانے کے لئے کہا تھا حالانکہ جانتی تھی کہ اب وہ بے ہوش نہیں بلکہ دواؤں کے زیر اثر سو رہی ہے۔

''آپ کا اب کیا ارادہ ہے۔'' ان کے سوال کے جواب میں اس کا جی چاہا کہ پوچھے۔

''خیال آ گیا آپ کو۔''

فرصت کے ان لمحوں میں ان سے وابستہ گلے شکوے دل میں امڈ آئے تھے، جنہیں وہ اپنی نسوانی انا کی بنا پر زبان نہ دے پائی۔

''میں پاپا کے پاکستان آتے ہی واپس چلی جاؤں گی۔'' اس نے نظر جھکا کر دھیمے سے انداز میں جواب دیا۔

''جی میرا بھی یہی خیال ہے کہ یہی بہتر رہے گا۔'' ان کی غیر متوقع بات پر فوراً پلکیں اٹھا کر ان کی طرف دیکھا تو بہت سے گلے شکوے اس کی خوبصورت آنکھوں میں مچلتے نظر آئے تو وہ اس کی فق ہوتی رنگت دیکھ کر دھیرے سے مسکرا دیئے۔

''ظاہر ہے بھئی آپ کی ہاؤس جاب کے بعد ایک ماہر ڈاکٹر کی ضرورت ہو گی ہمارے ہوسپٹل کو۔'' انہوں نے گہری ہوتی مسکراہٹ

کے ساتھ اسے مژدہ جاں فزاں سنایا تھا، وہ ان کی آنکھوں کی شرارتی چمک پر خفت زدہ انداز میں مسکرا دی لیکن موقع کی مناسب سے کہے بغیر نہ رہ سکی۔

''بشرطیکہ اگر کوئی پرکشش آفر ہوئی تو میں اپنی خدمات پیش کرنے میں پیچھے نہیں رہوں گی۔'' اس کے ہونٹوں سے پھسلتی شریر مسکراہٹ اس کے لہجے میں چھپی معنی خیزی کا پتہ دے گئی۔

''ایک آفر ہے تو سہی جو کہ میری نظر میں تو خاصی پرکشش ہے لیکن آپ کی نجانے کیا ڈیمانڈ ہو گی۔'' وہ دل کی دھڑکنوں کو شمار کرتی سوالیہ نگاہیں اس پر جما گئی۔

''پ...... پانی۔'' شازمہ کی آواز پر دونوں ہی چونکے تھے، زوار شاہ نے فوراً ہی پانی گلاس میں انڈیل کر شہوار کو تھمایا اور خود اسے تھوڑا سا اوپر اٹھا کر تکیہ سیدھا کیا تو شہوار نے گلاس اس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔

''لل...... لالا...... لل...... لالا۔''

''لالا کی جان ادھر دیکھو۔'' لیکن وہ کوشش کے باوجود آنکھیں نہ کھول پائی اور پھر غافل ہو گی زوار شاہ کے چہرے پر کرب کے آثار بہت واضح تھے جب کہ شہوار بھی اپنے امڈ آنے والے آنسو کو لب کاٹ کر ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی چند منٹ بعد گاڑی ہاسپٹل کے احاطے میں داخل ہو رہی تھی۔

دو چار دنوں میں اس کی حالت قدرے بہتر ہوئی تھی لیکن ابھی تسلی بخش نہ تھی، شاہ زیب شاہ کو ہزار ہا بار روکنے کے باوجود روزانہ چکر لگاتا تھا، ڈاکٹر سے مل کر اس کی رپورٹس دیکھتا اور اسے سوتے میں ہی ایک نظر دیکھ کر واپس گاؤں لوٹ جاتا، زوار شاہ بھی مستقل وہاں نہیں ٹھہر سکتے تھے کہ گاؤں میں ہزاروں کام ان کے منتظر رہتے تھے، دن میں بی اماں اور بابا جان اس کے پاس ہوتے تو رات میں شہوار اور زوار شاہ اور ایک ملازمہ تو ہمہ وقت اس کے ساتھ تھی، بہت سے عزیز و اقارب ہوسپٹل میں آ کر اسے دیکھ گئے تھے، اس کے باوجود جب وہ تین ہفتوں بعد گھر واپس آئی تو عیادت کو آنے والوں کا تانتا بندھ گیا تھا، لیکن ایک وہ تھی کہ چپ کی بکل اوڑھے خاموش بیٹھی رہتی، اس وقت بھی وہ گھٹنوں پر سر رکھے گہری سوچ میں گم تھی کہ دروازے پر آہٹ کی آواز بھی اسے چونکا نہ سکی۔

''شانو۔'' رانو کی نم ناک آواز سماعت سے ٹکرائی تو ایک جھٹکے سے سر اٹھایا۔

''شانو یہ کیا ہو گیا ہے تجھے، ایسی تو چھوڑ کر نہیں گئی تھی میں تجھے، یہ کیا حالت بنالی ہے تو نے اپنی۔'' وہ مسلسل روانی سے بہتے آنسوؤں کے ساتھ بول رہی تھی، جب کہ وہ یک ٹک اسے دیکھے گئی۔

''شانو تو بولتی کیوں نہیں، کچھ تو بول اور ہنس تو لڑ ہی لے میرے ساتھ۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''آ گئی تجھے میری یاد، اپنی خوشیوں میں ایسی کھوئی کہ مجھے بھول گئی، مڑ کر یہ بھی نہ پوچھا کہ شانو جیتی ہے کہ مر گئی۔'' وہ اب بھی گھٹنوں پر سر رکھے دھیرے دھیرے بول رہی تھی۔

''اللہ نہ کرے شانو مریں تیرے دشمن۔'' وہ اس سے لپٹ گئی تو وہ بھی اس کے گلے لگ کر ضبط کے تمام بندھن توڑ بیٹھی، پھر نجانے وہ کتنی دیر تک روتی رہتیں کہ رانو کو ہی اس کا خیال آیا۔

''اچھا چل بس کر اب چپ ہو جا پہلے ہی تو ٹھیک نہیں ہے۔''

''تو مجھے چھوڑ یہ بتا تو خوش تو ہے ناں۔'' اس نے رانو کے ہاتھ تھامے جب کہ اس کا دلفریب چہرہ اب بھی مرکز نگاہ تھا۔

''خوش، خوشی تو بہت چھوٹا لفظ معلوم ہوتا ہے شانو مجھے اپنے لئے، میرے خدا نے تو میرا دامن ڈھیروں ڈھیر خوشیوں سے بھر دیا ہے پتہ ہے جان محمد مجھے ان اونچے اونچے پہاڑوں کے جنگل سے نکال کر جگر جگر کرتے شہر کراچی لے گیا تھا اور ہم لاہور بھی گئے بہت سیر کی۔'' وہ اسے تفصیل بتاتی چلی گئی جب کہ وہ اس کے چہرے پر چمکتے خوشیوں کے جگنوؤں کو بغور دیکھتی رہی کتنی خوبصورت ہوگئی تھی وہ، اس کی بادامی رنگت سرخ گلاب کی مانند کھل رہی تھی اور کھنکتے لہجے میں گنگناہٹیں اتر آئیں تھیں۔

''بس شانو، محبت کرنے والا شریک سفر مل جائے تو اس زندگی کے رنگ ہی نرالے ہیں، میں تو کہتی ہوں اللہ کرے تیری بھی جلدی سے شادی ہو جائے اور تو......''

''بس رانو ایسی بدعا مت دے مجھے۔'' وہ جو ایک جذب سے ہاتھ اٹھائے دعا کرنے چلی تھی شانو نے ٹوک کر اس کے ہونٹوں پر انگلیاں رکھ دیں تو وہ متعجب سے دیکھنے لگی۔

''مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تیری دعائیں بہت جلد قبول ہوتی ہیں، لیکن، یہ تو میری قسمت ہے ناں کہ میرے لئے وہ دعا بنتی ہے یا بددعا بن کر زندگی بھر کا روگ بن جاتی ہے۔''

''یہ تو کیسی باتیں کر رہی ہے شانو۔'' اس کے لہجہ و انداز پر اس کا دل کٹ گیا، اسی لمحے دروازے پر دستک دے کر شہوار اندر چلی آئیں تو اس نے فوراً آنسو پونچھ لیئے۔

''ہاں بھئی ہوگئی دوست سے ملاقات اور ڈھیروں باتیں بھی، مسلسل دو گھنٹے تم نے ایک دوسرے کو حال دل سنانے میں لگا دئیے ہیں، ہم نے بھی ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا لیکن......''

آپ کے لئے بے حد بے چین و بیقرار ہو رہے ہیں، کھانا بھی لگ چکا لہٰذا چلئے اور چل کر ان کی دید کی پیاس بجھائیں اور ہماری بھوک بھی۔'' انہوں نے شوخ و شریر لہجے میں رانو کو چھیڑتے ہوئے کہا تھا، ان کی دھیمی سے مسکراہٹ لئے ہوئے خوبصورت آنکھوں میں انوکھی سی چمک تھی وہ خود تو اداسیوں کی دبیز تہہ میں لپٹی ان کے اطمینان کی اصل وجہ سے بے خبر تھی لیکن پھر بھی ہمیشہ کی طرح اس کے ہونٹوں سے اب بھی بے اختیار ان کی خوشیوں کے دائمی ہونے کی دعا برآمد ہوئی تھی۔

رانو کے شوہر کو اسے ساتھ لے جانے کی کچھ زیادہ ہی جلدی تھی اس لئے اس نے کھانا کھانے کے فوراً بعد ہی جانے کی اجازت طلب کی تو وہ ایک الجھی سی نظر شانو پر ڈال کر اٹھ کھڑی ہوئی اس کی بات نے اسے بے حد پریشان کر دیا تھا، لیکن کوئی بھی مناسب موقع نہ ملنے پر وہ ایک بوجھ سا دل پر لئے واپس لوٹ گئی تھی۔

''کیسی طبیعت ہے میری ناراض مینا کی۔'' زوار شاہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا تو وہ ہولے سے مسکرا کر سیدھی ہو بیٹھی۔

''اب تو میں بالکل ٹھیک ہوں لالا میرا زخم بھی بھر گیا ہے۔''

''میں کیسے مان لوں کہ تم ٹھیک ہو، میری چہکتی ہوئی مینا تو نجانے کہاں کھو گئی ہے۔'' ان کے لہجے میں موجود بے پناہ افسردگی کو محسوس کر کے وہ خود کو سب کا مجرم تصور کرنے لگی، لیکن دل میں ابھرتے درد کو چھپا کر مسکرانا اس کے بس میں نا تھا۔

''لالا میں بہت بری ہوں بہت پریشان کر ے ناں میں نے سب کو۔'' اس نے ڈبڈبائی آنکھوں

''ہاں بہت زیادہ۔'' انہوں نے برملا اعتراف کیا۔

''لیکن اب سمجھ نہیں آتا کہ تمہاری یہ برائی تم کیسے ہو گی۔'' انہوں نے اس کی ٹھوڑی کو چھوتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''ایک شرط پر۔'' وہ دھیرے سے مسکرائی۔

''جی فرمایئے، ہم آپ کی ایک مسکراہٹ کے لئے ہزاروں جانیں قربان کر سکتے ہیں۔''

''جی نہیں جناب ہمیں آپ کی ہزاروں جانوں کی قربانی نہیں لینا ہے، ہم تو چاہتے ہیں کہ آپ اپنی اس جھوٹی اور کھوکھلی انا کی قربانی دے کر کسی کا دامن ہزاروں خوشیوں سے بھر دیں۔'' وہ بولتے بولتے بیڈ سے اتر کر کھڑکی کی طرف بڑھی تھی۔

''لالا ایسا نہ ہو کہ وہ مایوسی اور نا امیدی کے کانٹے دامن میں بھر کر واپس لوٹ جائیں، وہ جو آپ کی زرہ سی توجہ پر پھول کی مانند کھل اٹھیں تھیں دوبارہ انہیں ان عمیق گہرائیوں میں دھکیلنے کی بجائے ان کے دامن چاہتوں اور امنگوں کے پھول بھر دیں۔'' اس کا لہجہ نہ چاہتے ہوئے بھی گلوگیر ہو گیا، نجانے کیوں آج کل اسے شہوار کی آنکھوں میں چھپی سنجیدہ سی تحریر بہت واضح نظر آنے لگی تھی، شاید اس لئے کہ اس انجانے درد کی شدت کا احساس اب ہی تو اس کے اندر جاگا تھا، اس نے اپنے آنسوؤں کو اپنے اندر اتارا اور پلٹ کر مسکراتے ہوئے انہیں دیکھا تو وہ گہری سنجیدگی لئے بہت سوچتی ہوئی آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہے تھے، اس کے ہونٹوں کی یہ مصنوعی مسکراہٹ ان کا دل چیر گئی، اس کے ہونٹوں کی ہنسی کہ جسے وہ اس گھر کی سب سے بڑی خوبصورتی سمجھتے تھے نجانے کیوں چھن گئی تھی، اس کی شوخیاں اس سے روٹھ گئیں تو پوری کائنات انہیں روٹھی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔

چاندی کی طرح چمکتی پہاڑوں کے درمیان سے نکلتی آبشار اپنی تمام خوبصورتی اور دلفریبی سمیت ان کے سامنے تھی سورج کی شعاعیں پڑنے سے پانی کے قطرے ست رنگ نظارہ پیش کرتے گہری ندی میں گم ہونے سے پہلے دیکھنے والوں کو مبہوت کر رہے تھے، وہ یک ٹک نظریں جمائے ادھر ہی دیکھے جا رہی تھی، گنگناتی اور نغمے بکھیرتی یہ وادیاں قدرت کا حسین شاہکار پانی کی بجتی جلترنگ بہت میٹھا اور سریلا گیت چھیڑے ہوئے تھی۔

''کیا بات ہے ادی آپ یہی کھڑی رہ گئیں، آیئے ناں آگے چلتے ہیں۔'' وہ اس کا ہاتھ تھامے آگے بڑھی۔

''آپ کو معلوم ہے ادی یہ میری پسندیدہ ترین جگہ ہے میں بچپن سے یہاں آئی ہوں لیکن ہر بار واپسی پر ایک تشنگی سی رہ جاتی ہے۔'' وہ خوابناک سے لہجے میں بولتی آگے بڑھ رہی تھی اور شہوار شاہ کا انداز تو ایسا تھا جیسے اسے کسی نے مسمرائز کر دیا ہو، قدم بہ قدم چلتی وہ آبشار کے بالکل قریب پہنچ گئیں، اب پانی کے قطرے ان کے کپڑے بھگونے لگے تھے، ان دونوں کے ہونٹوں پر ایک الوداہی سی مسکراہٹ تھی، شازمہ آگے بڑھ کر ایک پتھر پر چڑھ گئی اور اوپر سے آتے پانی کو اپنے منہ پر اچھالنے لگی، چند ہی لمحوں میں وہ پوری طرح بھیگ چکی تھی، اب اس کی مسکراہٹیں کھلکھلاہٹوں میں تبدیل ہوگئی تھی کہ اچانک زوار شاہ کے ہاتھ کی سخت گرفت نے اسے پتھر سے نیچے کھینچ لیا۔

''پاگل ہوئی ہو کیا، تمہارا زخم ابھی کچا ہے اور بھگنے کے بعد ٹھنڈی ہوا لگنے سے پھر بیمار پڑ جاؤں گی۔'' وہ سخت برہم دکھائی دیتے تھے۔

''افوہ لالا آپ بھی نہ بس اتنا تو مزہ آ رہا

تھا۔'' اس کی آواز جھنجھلائی ہوئی تھی لیکن وہ اسے کھینچتے ہوئے بی اماں کے پاس لے آئے۔

''اماں بی اسے گرم گرم قہوہ پلائیں اور پانی میں نہیں جانے دینا اسے۔'' شہوار شاہ بھی ان کے پیچھے چلی آئی تھی اور بابا جان کے قریب بیٹھ گئی۔

''بابا جان یہاں سے آبشار کے اوپر جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے کیا؟''

''ہے تو سہی بیٹا لیکن خاصی بلندی پر ہے۔''

''نہیں ادی اتنا بھی بلندی پر نہیں ہے آپ ہمت کریں تو جا سکتی ہیں وہاں تک، لالا کو تو سارے رستوں کا علم ہے۔'' شازمہ نے فوراً ہی درمیان میں لقمہ دیا تھا اور ساتھ ہی ساتھ زوار شاہ کو دیکھ کر شرارت سے لب دبایا تھا۔

''ہاں بیٹا بچی کو اگر شوق ہے تو لے جاؤ اسے، جاؤ بچی اپنی مرضی سے گھومو پھرو۔'' انہوں نے اس کا کندھا تھپکا۔

''آؤ ناں شازی اوپر چلیں۔'' اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''بابا میں چلتے چلتے تھک جاؤں گی اور مجھ سے نہیں لگوائے جاتے اتنے لمبے لمبے ٹیکے اور گھر میں موجود دو دو ڈاکٹروں کی ڈانٹ علیحدہ۔'' اس نے اپنی چھوٹی سی سرخ ہوتی ناک سکیڑی اور قہوے کا کپ ہونٹوں سے لگالیا، اس کی اس بے اعتنائی پر اسے گھور کر رہ گئی۔

''اس کے لئے اس کا یہی رہنا بہتر ہے آپ آیئے۔'' زوار شاہ نے کہتے ہوئے قدرے بے نیازی سے قدم بڑھا دیئے سو ناچار اسے بھی اسے پیچھے چلنا پڑا۔

''اور سنیئے۔'' ابھی وہ چند قدم ہی گئے تھے کہ اس کی آواز انہیں پلٹنے پر مجبور کر گئی وہ بھاگتی ہوئی ان کے قریب آئی تھی۔

''حسب سابق ہڈیوں اور ڈھانچوں پر ہی گفتگو کر کے قدرت کے ان حسین نظاروں کو خوف زدہ مت کیجئے گا، اس پرفسوں ماحول کے جادوئی اثر کو محسوس کیجئے گا پلیز اور، اور......'' اس نے شرارت آمیز انداز میں کہتے کہتے دوڑ لگا دی کہ زوار شاہ کے اٹھتے ہاتھ کو دیکھ چکی تھی، انہوں نے خجالت آمیز مسکراہٹ سمیت اسے دیکھا تو وہ اپنے متبسم ہونٹوں کو بھینچ کر بے نیازی سے بہتی ندی کو دیکھنے لگی۔

تقریباً پندرہ منٹ کی مسافت طے کر لینے کے بعد بھی وہ دونوں ہی خاموش تھے اور یہ خاموشی مزید مسافت کے ساتھ ساتھ طویل ہوتی جارہی تھی۔

''پلیز ذرا آہستہ چلیں میں تھک گئی ہوں۔'' کافی دیر تک چلتے رہنے کے بعد بھی ان کے تیزی سے بڑھتے قدموں کی رفتار میں کمی نہ ہوئی تو بالآخر وہ ہمت ہار گئی۔

''ابھی سے تھک گئیں ہیں یہ مسافت تو ابھی بہت لمبی ہے۔'' وہ مڑ کر اس کے چہرے پر نظریں جمائے گمبھیر لہجے میں بولے وہ فوراً ہی نظر چرا کر اپنا سانس بحال کرنے لگی۔

''ذرا اپنے پیچھے دیکھئے۔'' ان کے کہنے پر مڑ کر دیکھا تو اوسان خطا ہو گئے۔

''اتنی بلندی پر پہنچ گئے ہیں ہم۔'' وہ جو کہ ایک پتھر پر بیٹھ گئی تھی گھبرا کر اٹھ گئی۔

''جی ہاں اور ابھی ہمیں اس سے بھی زیادہ اوپر جانا ہے۔'' انہوں نے اونچائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا تو وہ حواس باختہ سی اسے دیکھنے لگی، وہ اس کی گھبراہٹ پر مسکرائے بنا نا رہ سکے۔

''گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، اگر آپ غور کریں تو آپ کے لئے یہ سینری خاصی اٹریکٹو ہو گی اور واقعی دھیان دینے پر اسے پتہ چلا کہ وہ اس وقت ایسے پوائنٹ پر کھڑے تھے جہاں ہر

چیز بہت واضح اور خوبصورت نظر آ رہی تھی، پہاڑوں اور سبزے سے ڈھکے پہاڑ اور ان کے درمیان سے بہتے چشمے اور چھوٹی چھوٹی ندیاں اور ان پر ٹھہرنے والی سورج کی شعاعیں کسی مصور کا حسین شاہکار تھیں۔

''کیسا فیل کر رہی ہیں۔'' اب وہ اسے پیچھے بہت آہستہ روی سے چل رہے تھے۔

''ایسا کہ جیسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔''

''آپ تو شاعرہ ہیں۔''

''آپ سے کس نے کہا۔'' وہ چونکی۔

''کیوں آپ چھپانا چاہتی تھیں۔''

''ایسی تو کوئی بات نہیں ہے ویسے بھی میں کوئی ایسی بڑی شاعرہ تو ہوں نہیں، ایسے ہی کبھی کبھی کوشعر یا نظم ذہن میں آ جائے تو لکھ لیتی ہوں۔''

''تو کیا قدرت کے اس حسین تخلیق کو دیکھ کر آپ کی حس لطیف متاثر نہیں ہوئی۔''

''قدرت کی اس تخلیق اور انمول تحفے پر مجھے اپنی تخلیق بہت ادنیٰ اور چھوٹی معلوم ہوتی ہے۔'' وہ بہت دیکھ بھال کر قدم بہ قدم آگے بڑھ رہی تھی وہ دانستہ سے دو قدم پیچھے رہ گئے تھے۔

''تو پھر کچھ میں عرض کروں۔''

''جی بصد شوق۔'' اس کے لہجے میں اشتیاق در آیا۔

''ہم تو منتظر ہیں کہ آپ بھی کچھ کہیں۔'' وہ اس کی پچھلے دنوں کی لاتعلقی پر چوٹ کر گئی تو وہ ہنس دیئے۔

''میں خود تو ایسا کوئی شوق نہیں رکھتا لیکن اس وقت کبھی کا پڑھا ہوا یاد آ رہا ہے۔''

روشنی سبز درختوں پر اتر آئی ہے
پھول کھلتے ہیں شاخوں پر دیئے جلتے ہیں
تیرے نقش قدم ہیں ستارے ہیں کہ پھول
تو گزرتا ہے تو راستوں میں دیئے جلتے ہیں

اس نے یکدم ہی پلٹ کر دیکھا تھا اور اسی وقت پاؤں کے نیچے آنے والے پتھر کے ساتھ ہی لڑکھڑا کر پیچھے آئی تھی، اسے گرتے دیکھ کر وہ فوراً ہی سنبھلے اور اگلے ہی پل وہ ان کی محفوظ پناہوں میں چلی آئی، حواس بحال ہوئے تو ادراک ہونے پر وہ کسمسا کر مضبوط بازوؤں کے گھیرے سے نکل آئی اپنی منتشر ہوتی دھڑکنوں کو سنبھالتی پلٹ کر آگے بڑھنے لگی جب کہ وہ نگاہوں میں جذبات کا طوفان لئے اس کے دراز بالوں سے ڈھکی پشت کو دیکھتے رہے، چند قدم اوپر جا کر اس ایک درخت سے ٹیک لگالی وہ بھی گہری سانس لیتے ہوئے سر جھٹک کر مسکراتے ہوئے اس کی اور بڑھے۔

عشق کیجئے پھر کجیئے
زندگی کیا چیز ہے
کھلتی زلفوں نے سکھلائی
موسموں کی شاعری
جھکتی آنکھوں نے بتایا
مے کش کیا چیز ہے
عشق کیجئے پھر کجیئے
زندگی کیا چیز ہے
ہم لبوں سے کہہ نہ پائے
ان سے حال دل بھی
اور وہ سمجھے نہیں یہ
خاموشی کیا چیز ہے

وہ عین اس کے سامنے درخت سے ٹیک لگائے کھڑے تھے وہ ان کے لہجے کی گہرائی پر گڑبڑا کر آگے بڑھی، چند لمحے خاموشی سے سرک گئے اور پھر اس کی گنگناتی آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی۔

تمہیں دیکھا تھا جب جاناں
تو دل میں اک

انوکھی سی خواہش آن بسی
زندگی کی ہر کٹھن راہ گزر پر
میرے سنگ سنگ چلوتم ہی
مجھے تھامو، تو بھی تم ہی

وہ ہونٹوں پر شرمیلی سی مسکان سجائے اپنے دل کی خواہش کی لفظوں میں ڈھال گئی تو وہ دل ہی دل میں اس کی انوکھی خواہشوں کو پورا کرنے کا عزم کرتے ہوئے اس کی جانب ہاتھ بڑھا گئے جسے اس نے بنا سوچے ہی تھام لیا۔

وہ اب بالکل ٹھیک تھی اور اپنے پیاروں کی خاطر اس نے دل کے کونے کھدروں سے ابھرنے والی آوازوں پر کان دھرنا چھوڑ دیئے تھے اور پہلے کی طرح خوش رہنے کی کوشش کرتی تھی۔ ہر وقت سنجیدگی کا لبادہ اڑھے رہنے والی شہوار شاہ کے ہونٹوں پر اب ایک مسلسل اور دھیمی سی مسکان سجی رہتی جو کہ چھوٹی سی بات پر کھلکھلاہٹوں میں تبدیل ہو جاتی تو وہ گم صم اسے دیکھے جاتی۔

''اے، ایسے کیا دیکھ رہی ہو، نظر لگاؤ گی کیا۔'' وہ شوخی سے گویا ہوئیں۔

''اللہ نہ کرے۔'' اس نے سہم کر دل تھام لیا، وہ دونوں اس وقت لان کی گھاس پر آمنے سامنے بیٹھی تھیں۔

''میری تو دعا ہے ادی کہ اللہ آپ کی تمام خوشیوں کو نظر بد سے بچائے۔'' اس کی خاموش جھیلوں میں ارتعاش پیدا ہوا تو وہ بغور اسے دیکھنے لگی۔

''ایک بات کہوں شازی۔''

''جی کہیئے۔''

''محبت کے طوفان کی شوریدہ لہریں جب سر پٹخ پٹخ کر کناروں سے باہر آنے لگیں ناں تو اس پر بند نہیں باندھا جا سکتا، اس اڑیل گھوڑے کو لگام ڈالنے کی کوشش میں تم خود کچلی جاؤ گی اس لئے بہتر ہے کہ اسے آزاد چھوڑ دو۔''

''یہ...... یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں ادی۔'' جو بات وہ خود سے بھی چھپائے پھر رہی تھی وہ اس کی زبان سے سن کر خوف زدہ و ہراساں سی اسے دیکھے گئی۔

''تم لاکھ ہونٹوں پر ہنسی سجائے پھرو لیکن یہ جو تمہاری آنکھیں ہیں ناں شازمہ یہ کسی آئینے کی طرح بالکل شفاف ہیں اور ان میں محبت کے جذبات کو جو تم کسی روگ کی طرح پال رہی ہو ان کا عکس بہت واضح ہے۔''

''نن...... نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے ادی آپ کو یقیناً غلط فہمی ہوئی ہے۔'' وہ نظریں چراتے ہوئے لڑکھڑاتی آواز میں بولی۔

''مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔'' اس نے فوراً تردید کی۔

''میں خود زوار شاہ سے بات کروں گی۔''

اس کی بات پر اس نے سہم کر دیکھا۔

''کک...... کیا بات کریں گی آپ ان سے۔''

''گھبرانے کی ضرورت نہیں، بس تم مجھے بتاؤ کہ وہ کون کیا نام ہے اس کا، شاہ زیب شاہ کے لئے تمہاری سرد مہری میری سمجھ سے بالاتر ہے حالانکہ اچھا خاصہ ڈشنگ اور ڈیسنٹ بندہ ہے لیکن تمہاری یہ ناپسندیدگی......'' ان کی بات پر بہت طویل اور گہری سانس اس کے اندر سے خارج ہوئی تھی۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے ادی اور آپ زوار لالا سے ایسی کوئی بات نہیں کریں گی، آپ ہمارے ہاں کی روایات کو نہیں جانتی ادی اور پھر اگر مجھے دل تو کیا اپنے باپ بھائی کی عزت پر خود کو بھی قربان کرنا پڑے تو بھی میرے لئے یہ گھاٹے کا سودا نہ ہو گا۔'' اس نے بہت مستحکم اور مدبرانہ انداز اختیار کیا۔

''یہ کیسی قربانی ہے شازی کہ انسان زندہ رہ کر بھی لمحہ بہ لمحہ مرتا رہے تمام زندگی سکون اور اطمینان کو ترستا رہے۔''

''لیکن میں بہت پر سکون اور مطمئن ہوں ادی۔'' اس کا لہجہ اب بھی مضبوط تھا، وہ اسے دیکھ دیکھ کر محض کندھے جھٹکتے ہوئے گہری سانس لے کر رہ گئیں۔

''اینی وے، وش یو بیسٹ آف لک، میری تمام نیک تمنائیں تمہارے ساتھ ہیں اور مجھے یقین ہے کہ اگر تم اپنے باپ بھائی کی عزت پر قربان ہونے کا جذبہ دل میں رکھتی ہو تو وہ بھی تمہارے بہتر ہی سوچیں گے۔''

''بی بی جی آپ کے بابا کا فون آیا ہے جی۔''

''پاپا کا فون او تھینک گاڈ پاپا کو یاد تو آیا۔'' وہ فوراً اٹھ کر اندر بھاگی جب کہ وہ وہی بیٹھی خود سے الجھنے لگی اور پھر خود بھی اٹھ کر اندر چلی آئی۔

''کیا...... کیا کہہ رہے ہیں پاپا پلیز زور سے بولیں۔''

''کیا میرا رزلٹ آ گیا، ٹاپ کیا ہے میں نے، کیا؟ اسکالر شپ ملا بھی ملا ہے اسپیشلائزیشن کے لئے رئیلی پاپا۔'' وہ خوشی و بے یقینی سے چیخ رہی تھی۔

''ہاں، ہاں پاپا اب میں ہارٹ سرجن بنوں گی، ہاں میں فوراً آ رہی ہوں بس۔''

''آپ آئیں گے مجھے لینے او تھینک یو ویری مچ پاپا۔''

''او کے یہ لیں اماں بی سے بات کریں۔''

''او شازی، شازی میری زندگی کی ایک بہت بڑی خواہش پوری ہو گئی۔'' اس نے شازمہ کو گھما ڈالا۔

''اب میں ہارٹ سرجن بنوں گی، شاہ زیب شاہ نیورو سرجن، زوار شاہ میڈیکل سپیشلسٹ اور پھر ہمارے ہوسپٹل میں سب کچھ موجود ہو گا یہاں کے لوگوں کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی دنیا کی ہر سہولت موجود ہو گی یہاں۔'' وہ جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھ رہی تھی جن کی تعبیر یقیناً بہت قریب تھی، اس کی آنکھوں میں اتری رنگوں کی بارات دیکھ کر بی اماں اور بابا جان ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے تھے کہ انہیں بھی بہت جلد اپنے بچوں کی تمام خواہش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا تھا۔

شہوار شاہ حویلی سے کیا گئی زندگی بہت اداس ہو گئی تھی زوار شاہ نے تو خود کو مصروفیت میں گم کر لیا تھا اور پھر آنے والے خوبصورت دنوں کی آس نے ان کے اندر ایک نئے جذبے کی روح پھونک دی تھی۔ خوش آئندہ مستقبل کا خواب ان کے لئے ایک روشن راہ ثابت ہو رہا تھا۔ جب کہ شازمہ شاہ آبلہ پا بڑے بڑے دالانوں میں کسی بھٹکی ہوئی روح کی مانند پھرا کرتی تو اماں بی ہولا جائیں۔

''شانو ادھر آ میرے پاس بیٹھ آ کر۔'' اور وہ خاموشی سے ان کے پاس آ بیٹھتی۔

''کیا ہو گیا ہے تجھے کیوں اس طرح رہتی ہے، نہ تو حویلی سے باہر نکلتی ہے اور نہ ہی گھر کے کسی کام میں تیرا دل اٹکتا ہے، دیکھ یہ حویلی کتنی ویران ہے تیری چہکار سننے کے لئے تو یہ در و بام بھی ترس گئے ہیں۔'' اور وہ ان کی گود میں سر رکھ کر اپنے تمام آنسو اپنے اندر اتار لیتی اور پھر بہت خاموشی سے خشک آنکھیں لئے وہاں سے اٹھ جاتی، حویلی کے پائیں باغ کے درختوں کے جھنڈ میں چکراتی وہ نجانے کن خیالوں میں گم تھی کہ بلاوجہ ہی ٹھٹھک کر رک گئی۔

''شرم نہیں آتی آپ کو کسی لڑکی کا راستہ روکتے ہوئے۔''

پہلے آتی تھی لیکن جب سے دل اپنی دسترس سے باہر ہوا ہے اپنی ہی من مانی کرنے لگا ہے۔'' اس کا تصور سینے پر ہاتھ باندھے درخت سے ٹیک لگائے کھڑا تھا، اس نے بے اختیار ہی سینے پر دل کی جگہ ہاتھ رکھا اور سر جھٹک کر ادھر ادھر دیکھ کر آگے بڑھ گئی۔

''کیا تمہیں ڈر نہیں لگتا۔'' درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر آسمان کی وسعتوں پر نظریں جمائیں تو روشنی کو نگلتے اندھیرے کو دیکھ کر ایک اور یاد ذہن کے دریچوں سے جھانکنے لگی۔

''کیوں ڈر کیوں لگے گا مجھے اور آپ کون ہوتے ہیں مجھے روکنے والے۔''

''فی الحال تو کچھ نہیں ہوں ایسا نہ ہو کہ کچھ بننے سے پہلے ہی خدانخواستہ تم سے ہاتھ دھونے پڑیں۔'' وہ ایک طویل سانس لیتی سیدھی ہو گئی۔

''شاید اسی لئے بی اماں کہتی ہیں کہ بات ہمیشہ سوچ سمجھ کر منہ سے نکالنی چاہیے کوئی بھی وقت قبولیت کا ہو سکتا ہے۔'' وہ اس کے تخیل کو ہی سمجھانے لگی تھی کہ اچانک پاؤں میں چبھن کا احساس ہوا تو دیکھنے کے لئے زمین پر بیٹھ گئی۔

''سس۔'' باریک سے پتھر کی نوک کو پاؤں سے نکالا تو سسکاری نکل گئی۔

''اب تھوڑی سی تکلیف تو برداشت کرنی پڑے گی ورنہ اس طرح تو کام نہیں چلے گا۔''

''انتہائی سنگدل انسان ہیں آپ۔'' اپنی ہی بازگشت کانوں سے ٹکرائی۔

''ہاں واقعی بہت سنگدل انسان ہیں آپ، مجھے نئی راہ دکھا کر خود کیوں پیچھے رہ گئے۔'' آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے تو اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن دل ہمت ہار بیٹھا تھا۔

''اب یونہی دیکھتے رہیں کے یا مجھے اٹھائیں گے بھی۔''

''میں اٹھاؤں تمہیں۔''

''نہیں تو اللہ میاں سے کہیں اٹھائے مجھے۔''

''خدا نہ کرے، خدا اٹھائے تمہارے دشمنوں کو۔''

''نہیں آپ تو یہی چاہتے ہیں۔''

''کاش کہ تم سمجھ سکتی ہم کیا چاہتے ہیں۔''

''اچھا لاؤ اپنا ہاتھ دو۔'' وہ بے اختیار ہی اپنا ہاتھ بڑھا گئی لیکن وہاں اسے تھامنے والا کوئی بھی نہ تھا۔

وہ گھٹنوں پر سر رکھے رو دی لیکن جلد ہی ہاتھوں کی پشت سے آنسو صاف کرتی تنے کا سہارا لیتی اٹھ کھڑی ہوئی تو ایک اور یاد نے آنچل تھاما۔

''ہم پیچھے رہنے والوں میں سے نہیں ہیں شازمہ صاحبہ ہم تو سب سے پہلے امیدوار ہیں آپ کے۔''

''ہونہہ، جھوٹا۔'' وہ کہتی آگے بڑھ گئی۔

''یادوں کے تیر دل پر زخم لگا رہے تھے جس کی ٹیسیں اب ناقابل برداشت ہو چلی تھیں۔''

چلتے چلتے وہ جھٹکے سے رکی تھی۔

''ہونہہ، آج تو اس طرح نہیں جانے دوں گا۔'' پیچھے مڑ کر دیکھا تو دوپٹہ گلاب کے کنج میں اٹکا تھا۔

''مجھ سے شادی کرو گی۔''

''سس۔'' دوپٹہ نکالتے شاید کانٹا چبھ گیا تھا فوراً ہی انگلی کو دانتوں تلے دبایا اور بھاگتی ہوئی حویلی کی عمارت میں گم ہو گئی۔

خاموشی اور ویرانی تو جیسے اس اس در و بام پر چڑھ کر چیخنے لگی تھی، ہر سو گونجتا سناٹا اسے وحشت میں مبتلا کر دیتا، بی اماں ہر دم جائے نماز سنبھالے رہتیں تو ظہور شاہ جاگیر کے معاملات نمٹانے میں مصروف اور زوار شاہ ہوسپٹل کی تکمیل میں دن رات ایک کئے ہوئے تھے، اسے لگتا جیسے ایک وہی سب سے فارغ اور بیکار ہو زندگی کبھی بھی اتنی فضول شے نہ لگی تھی اسے، آخر اکتا کر اس نے گھریلو کاموں کی طرف توجہ دینی شروع کر دی، حویلی کے تمام ملازمین خاندانی اور محنتی تھے ہر کوئی اپنے کام کو بہت ایمانداری اور خلوص سے پورا کرتا تھا، اس لئے اسے زیادہ محنت نہیں کرنا پڑی، بہت جلد حویلی کا کنٹرول اماں بی کے ہاتھ سے نکل کر اس کے ہاتھ میں آ گیا تو اماں بی جو تھوڑا بہت دنیاوی امور کے لئے پریشان رہتی تھیں بالکل ہی خدا سے لو لگا بیٹھیں، شہوار شاہ کو گئے چھ مہینے ہونے کو آئے تھے ہفتے میں ایک دو بار فون کرتی اور مہینے میں ایک بار تفصیلی خط لکھتی اور یہی دو وجوہات تھیں جو چند لمحوں کے لئے ہی سہی ہلچل پیدا کرتی تھیں ورنہ تو اس ساکت و جامد زندگی سے تو اب ملازم بھی اکتانے لگے تھے۔

''شانو بی بی کیا ہو گیا ہے آپ کو، پتا ہے کل باغ میں آپ کی سہیلیاں ملیں تھیں مجھے آپ کا پوچھ رہی تھیں جی، تو میں نے انہیں بتا دیا جی کہ جب سے رانو کی شادی ہوئی ہے ہماری شانو بی بی کی ہنسی بھی وہ اپنے ساتھ ہی لے گئی ہے۔'' سکینہ کے لہجے میں رنجیدگی تھی۔

''اور ہاں شانو بی بی وہ باغ کا راکھا ہے ناں، فضل چاچا وہ بھی آپ کا پوچھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔''

''شانو بیٹا سے کہنا امرود پک گئے لیکن اسے چوری چوری توڑنے کوئی نہیں آیا اور بتانا اسے کہ تیرا چاچا چارپائی پر بیٹھ بیٹھ کر بہت پھیل گیا ہے کئی دنوں سے ورزش جو نہیں کی۔''

اس کی بات پر بے اختیار ہی ایک ہلکی سی مسکان اس کے ہونٹوں پر در آئی لیکن ساتھ ہی یادوں کا ایک ریلا سا بہہ کر چلا آیا تو آنکھوں میں موتی جگمگا اٹھے۔

''ارے ہاں شانو بی بی ایک خوشخبری بھی ہے آپ کے لئے۔'' اس نے فوراً ہی موتیوں کو پوروں پر چنا۔

''وہ کیا؟''

''آپ بہت جلد خالہ بننے والی ہیں جی۔''

''کیا؟'' اس کی حیرانی قابل دید تھی۔

''ہاں جی!'' سکینہ کی آواز میں بھرپور مسرت تھی۔

''تھوڑے مہینوں بعد ہی رانو کی طرف سے خوشخبری سنیں گے ہم۔''

''کیا سچ، تو سچ کہہ رہی ہے ناں۔''

''ہاں جی بالکل سچ۔''

''وہ یہاں نہیں آئی کیا۔''

''نہیں جی اس کی ماں بتا رہی تھی کہ وہ کچھ ٹھیک نہیں ڈاکٹروں نے سفر کرنے سے اور چلنے پھرنے سے منع کیا ہے، اس لئے وہ خود وہاں چلی گئی ہے۔''

''تو پھر کب آئے گی وہ۔'' اس کے لہجے میں بے چینی اور بے تابی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

''یہی جی کوئی تین چار مہینے بعد۔'' اس کے جواب پر وہ گہری سانس لے کر رہ گئی۔

''بس جی دعا کریں کہ وہ بالکل ٹھیک ٹھاک رہے اور بھری جھولی کے ساتھ گاؤں میں آئے۔''

''آمین۔'' اس نے صدق دل سے کہا۔

وقت کے کشکول میں ایام کی ریزگاری مزید گھری تو وہ بھی اپنی بے چینیوں اور بیقراریوں کو قابو کرنے میں کافی حد تک کامیاب ہو گئی تھی، لیکن تقدیر کو شاید اس کا یہ اطمینان پسند نہ آیا تھا، اس لئے وہ اس کے سامنے ایک کڑا امتحان لئے آن کھڑی ہوئی تو وہ ساکت و سامت حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتی رہ گئی۔

بیڈ شیٹ کے شکنیں درست کرتی وہ سونے کی تیاری میں تھی کہ وہ دروازے پر دستک دے کر اندر چلے آئے۔

''ارے لالا آپ آئیے۔''

''کیا ہو رہا ہے بھئی، سونے کی تیاری تو نہیں ہے کہیں۔''

''ہاں وہ تو ہے، لیکن آپ بیٹھیں، اس وقت خیریت تو ہے ناں۔'' وہ سنجیدگی سے کہتی پوچھ بیٹھی تو وہ بغور اسے دیکھے گئے اور پھر دھیمے سے مسکرا دیئے۔

''سوچا بہت عرصہ ہوا اپنی گڑیا سے گپ شپ لگائے۔''

''جی ہاں، بہت مصروف ہو گئے ہیں آپ، اب آپ کے پاس ہمارے لئے وقت کہاں ہے، سب ہی مصروف ہیں ایک میں بیکار ہو گئی ہوں۔'' نا چاہتے ہوئے بھی شکوہ کر بیٹھی۔

''آئی ایم سوری گڑیا آئی ایم ویری سوری، لیکن تم جانتی ہونا کہ یہ سب بھی کتنا ضروری ہے، ہمیں جلد از جلد اپنے اس پروجیکٹ کو پورا کرنا ہے، کم از کم بھی دو سال لگ جائیں گے۔''

''لالا سال ہونے کو آیا ہے، جب کام شروع کیا تھا اس وقت بھی آپ نے یہی کہا تھا۔''

''ارے نہیں بہنا ابھی تو آٹھ ماہ بھی مکمل نہیں ہوئے اور جب کام شروع کرلو تو بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔''

''ہاں جیسے کہ میرا درد۔'' اس کے خاموش لبوں سے گہری سانس خارج ہوئی۔

''مجھے تو ایسا لگتا ہے نجانے کتنا عرصہ بیت گیا۔'' اس کے لہجے میں اداسیاں کوٹ کوٹ کر بھری تھیں۔

''شازی میری جان کیا ہو گیا ہے تمہیں کیوں اتنی اداس رہتی ہو۔'' وہ تڑپ ہی تو اٹھے تھے اس لئے فوراً ہی اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا تو بہت سے آنسو خود بخود ہی ان کی شرٹ بھگو گئے۔

''میری جان میں کوئی پہلی بار تو مصروف نہیں ہوا میں تو ہمیشہ سے ہی مصروف رہنے کی کوشش کرتا ہوں یہ تو تم ہی تھیں جو مجھے ہر لمحہ زندگی اور زندگی سے وابستہ خوشیوں اور رونقوں کا احساس دلاتیں رہیں، تو پھر اب نیا کیا ہو گیا۔'' وہ جو بہت کچھ سوچ کر اس کے پاس آئے تھے اب شش و پنج میں مبتلا ہو گئے، کہ آیا اس سے بات کرنی چاہیے یا نہیں، لیکن یہاں نہیں کا تو سوال ہی نہیں تھا۔

پہلے کافی وقت گزر گیا تھا اور اب اسے بتانا ناگزیر ہو چکا تھا۔

''اچھا ادھر دیکھو میری طرف۔'' انہوں نے اسے خود سے الگ کیا اور اپنے ہاتھ سے اس کے آنسو صاف کر کے اسے تھامے بیڈ پر بیٹھ کر اسے بھی اپنے سامنے بٹھا لیا۔

''مجھے تم سے ایک بہت ضروری بات کرنی ہے۔'' انہوں نے کہا تو وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

''میں نے تمہاری اداسی اور تنہائی دیکھتے ہوئے تمہارے لئے بہت اچھے دوست کا انتخاب کیا ہے۔'' انہوں نے اس کی ٹھوڑی چھوتے ہوئے مسکرا کر کہا تو وہ رسماً بھی مسکرا نہ سکی، اس کی منجمد نگاہیں خود پر محسوس کرتے سوچ میں پڑ گئے۔

''وہ بات یہ ہے شازی کہ۔'' وہ بات کا سرا تلاش کرتے اٹھ کھڑے ہوئے۔

''تقریباً چھ سات ماہ پہلے ایک پرپوزل آیا تھا تمہارے لئے۔'' اس کے دل کی عمارت اچانک ہی زلزلوں کی زد پر آ گئی لیکن زمین بوس ہونے سے پہلے ہی اس نے خود کو سنبھال لیا کہ اس وقت کے لئے وہ بہت عرصے سے خود کو تیار کر رہی تھی۔

''رشتہ تو ہم سب کو بہت پسند آیا ہے لیکن تمہاری اس ضد کی وجہ سے کہ پہلے میری شادی ہو

اور کچھ ان لوگوں کی چند مجبوریوں کی وجہ سے ہم خاموش تھے لیکن اب ان کا اصرار ہے کہ منگنی کر دی جائے۔'' انہوں نے پلٹ کر جواب طلب نظروں سے اس کی طرف دیکھا تو وہ بالکل گم صم بیٹھی انہیں ہی دیکھ رہی تھی۔

''پوچھو گی نہیں کون ہے وہ۔'' اس کی خاموشی محسوس کرتے ہوئے بھی ایک پرسکون مسکراہٹ ان کے ہونٹوں کو چھو گئی۔

''مجھے معلوم ہے لالا!'' وہ دھیرے سے نظریں جھکا گئی۔

''ویسے بھی آپ سب میرے بڑے ہیں، مجھ سے زیادہ تجربہ کار اور دنیا کو پرکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، آپ نے میرے لئے جو بھی سوچا ہو گا یقیناً بہت اچھا ہو گا، کیونکہ میں جانتی ہوں کہ آپ میرے لئے برا سوچ ہی نہیں سکتے اور مجھے بھی آپ کی عزت آپ کا مان بہر طور ہر چیز سے بڑھ کر ہے، لیکن میری آپ سے یہی ایک درخواست ہے کہ میں شادی ابھی نہیں کر......'' دھیرے دھیرے بولتے اس کی آواز رندھ گئی تو وہ فوراً ہی آگے بڑھے۔

''تمہاری ہر خواہش ہر خوشی ہمیں دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر عزیز ہے جان لالا! اور مجھے پورا یقین ہے کہ تم اس کے ساتھ بہت خوش رہو گی، اختلاف کے باوجود تم یقیناً ہمارے انتخاب کی داد دو گی، میں دعوے سے کہتا ہوں کہ تمہارے ہونٹوں کی کھوئی ہنسی لوٹانے کے لئے میری نظر میں وہ تمہارے لئے بہترین انسان ہے۔'' وہ شہوار شاہ کی ڈھکے چھپے انداز میں کہی گئی باتوں کے پیش نظر اسے تسلی دے رہے تھے کہ اس کا سر تھپک کر اچانک ہی پلٹے اور فوراً باہر نکل گئے کہ اپنی آنکھوں میں بھرتے نمکین پانی کو روکنے میں ناکام رہے تھے، ان کے جاتے ہی وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر سسک اٹھی۔

''تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا شاہ زیب شاہ آخر کیوں، کیا بگاڑا تھا میں نے تمہارا جو یوں میری آنکھوں میں خواب سجا کر خود رستہ بدل لیا، اگر تم مین آگے بڑھنے کی ہمت نہیں تھی تو میرے رستے میں ہی کیوں آئے تھے، کیوں، کیوں، آخر کیوں۔'' دیوانگی اور بے بسی ایک ساتھ ہی اس پر حملہ آور ہوئیں تھیں۔

''مجھے محبت ہو جانے کی بددعا دینے والی رانو خدا تجھے کو دکھ نہ دکھائے، میں تو تجھے کوئی بددعا بھی نہیں دے سکتی پر تو نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا اور پھر مجھے درد سہنے کے لئے تنہا چھوڑ گئیں، پلٹ کر خبر بھی نہ لی۔'' اب اس کا دل باقاعدہ بین کرنے لگا تھا۔ اس کا جی چاہا کہ وہ گلا پھاڑ پھاڑ کر روئے اور حلق کے بل اتنا چیخے کہ حویلی کے درو دیوار لرز اٹھیں ہر چیز تہس نہس ہو جائے کچھ باقی نہ بچے، لیکن وہ ایسا کچھ بھی نہ کر سکتی تھی، اس لئے تکیہ سر پر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

نجانے کتنا وقت گزر گیا تھا اسے روتے ہوئے لیکن دل کا درد تھا کہ کم ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔

''تو پھر یہ طے ہوا شازمہ شاہ کہ زندگی کا یہ باقی ماندہ سفر تمہیں آبلہ پا ہی طے کرنا ہے، زندگی سے تجھے جتنی خوشیاں سمیٹنی تھیں سمیٹ چکیں جتنے قہقہے لگانا تھے لگا چکیں، اب تجھے اس درد کو سینے سے لگا کر جینا ہو گا تو جب سینے میں درد ہو تو ہونٹوں پر مسکراہٹ کیسے آ سکتی ہے۔'' وہ لب کچلتی اٹھی باتھ روم میں جا کر کتنی ہی دیر ٹھنڈے یخ پانی کے چھینٹے منہ پر مارتی رہی، اندر کی جلن کچھ کم ہوئی تو وضو کیا اور اپنے رب کے حضور حاضر ہو کر خضوع و خشوع سے نماز پڑھ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اپنے خدا سے اپنے لئے سکون کی طلبگار ہو گئی اور اس وقت تک یونہی دامن پھیلائے بیٹھی

رہی جب کہ اس بے قرار دل کو سکون کی راحت میسر نہ آ گئی اور پھر پوری ایمانداری اور خلوص کے ساتھ کسی دوسرے شخص کا ہو جانے اور کبھی نہ رونے کا عہد کر بیٹھی، محبت کو دل کے نہاں خانوں میں دفن کرنا کچھ آسان کام نہ تھا لیکن وہ ایسا کر چکی تھی اور پھر ہاتھ اٹھائے محبت کی قبر پر فاتحہ پڑھتی وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

یا حیی، یا قیوم برحمتک استغیث کا ورد کرتی اپنے بستر پر آ گئی اور سکون سے آنکھیں موند لیں۔

گاؤں کی روایت تو یہ تھی کہ زبانی کلامی ہی رشتے پکے ہو جاتے اور ساتھ ہی شادی کی تاریخ رکھ کر پورے گاؤں میں مٹھائی تقسیم کر دی جاتی، لیکن چونکہ وہ لوگ منگنی کرنے پر اصرار کر رہے تھے تو ظہور شاہ نے زیادہ بکھیڑا پھیلانے کی بجائے صرف ان کے گھر والوں کو ہی مدعو کیا تھا کہ وہ آ کر بچی کو انگوٹھی پہنا کر بات پکی کر جائیں۔ اتوار کی رات کا پروگرام طے تھا۔

وہ بیڈ کے ایک کونے پر گھٹنوں پر ٹھوڑی رکھے سمٹی بیٹھی تھی جب سکینہ کشنوں بھرا تھال لئے اندر داخل ہوئی اور اس کے سامنے رکھ کر ایک ایک چیز باہر نکالنے لگی۔

''یہ اتنا سب کچھ، اتنا بھاری بھر کم جوڑا، بے تحاشا جیولری اور میک اپ کا سامان دیکھ کر اس کی سانسیں اٹکنے لگیں۔''

''ہاں جی، بڑے نصیبوں والی ہے ہماری بی بی، منگنی پر اتنا کچھ لے کر آئیں ہیں تو شادی پر کیا کچھ نہ کریں گے وہ لوگ۔'' سکینہ ہر چیز خوشی خوشی دیکھ رہی تھی۔

''ان چیزوں سے کوئی نصیبوں والا نہیں ہو جاتا ادی سکینہ، پیسے سے دل کا سکون نہیں خریدا جا سکتا۔'' کہہ کر اگلا جملہ لبوں تلے ہی بھینچ لیا۔

''اگر ایسا ہوتا تو میں سب سے پہلی خریدار ہوتی۔''

''نا بی بی پیسے کی قدر ہم غریبوں سے پوچھو یا ان ماں پیو سے جن کے درجن بھر بچے بھوکے سوتے ہیں اور ان کا تن ڈھانپنے کو بھی ان کے پاس کپڑا نہیں آہا جی۔'' اس نے لمبی سانس کھینچی۔

''بھاگ تو مقدر والیوں کے کھلتے ہیں، میرے چاچا کی دھی کنواری بوڑھی ہو کر گلے میں پھاہ ڈال کر مر گئی، جی کہ ماں پیو کے پاس دینے کو کپڑا لتا نہ تھا۔'' وہ اپنی ہی ہانک رہی تھی جب کہ وہ ان سب چیزوں کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے کوئی اژدھا اسے ابھی سالم نگل جائے گا۔ اسی دم بی اماں اندر چلی آئیں۔

''آئے ہائے شانو تو نے ابھی کپڑے بھی نہیں بدلے، ایسے ہی سر جھاڑ منہ پہاڑ بنی بیٹھی ہے اور ادھر تیری جٹھیاں تیرے پاس آنے کو بے چین بیٹھیں ہیں۔''

''کیا نہیں، بی اماں پلیز کسی کو یہاں مت لائیے گا میں خود ہی آ جاؤں گی وہاں۔'' اس نے انتہائی جھنجلاہٹ اور بیزاری سے کہا تو اماں بی کو فوراً کچھ یاد آیا۔

''آئے ہائے کیسی مت ماری ہے میری، عقل نگوڑ ماری نے اتنا بھی نہ کیا کہ تیری کسی سہیلی سکھی کو ہی بلا لیا ہوتا۔''

''شاہ بی بی کس کو بلاتی آپ، بی بی کی سہیلیوں سے تو گاؤں بھرا پڑا ہے ایک بلاتی تو دوسری ناراض ہو جاتی۔'' سکینہ نے کیا نکوے۔

''اچھا چل چل زیادہ باتیں نہ بنا اسے جلدی سے یہ سارا کچھ پہنا کر لے آ وہاں۔'' وہ کہتی ہوئیں چلی گئیں۔ تو اس نے فوراً اٹھ کر چٹخنی چڑھائی تھی نا چاہتے ہوئے بھی اسے وہ ریڈ اورنج اور میرون کنٹراسٹ کا بھاری بھر کم کام والا جوڑا زیب تن کیا تو سکینہ اسے دیکھتے ہی سو جان سے فدا ہو گئی، بازوؤں سے تھام کر شیشے کے سامنے بیٹھایا، اسے چھیڑ چھاڑ اور مذاق کے موڈ میں دیکھ کر اس نے سختی سے ڈانٹ دیا تو وہ اس کے لمبے گھنے بال سلجھانے لگی، آئینے میں اپنا روپ دیکھ کر وہ امڈ آنے والے آنسوؤں کو روک نہ پائی موتی قطار در قطار اس کی گود میں گرنے لگے، سکینہ نے سادہ سی چوٹی بنائی اور میک اپ کا سامان لئے اس کے سامنے چلی آئی۔

''میں یہ نہیں کروں گی۔''

''بی بی جہاں اتنا کیا ہے وہاں ہلکا سا میک اپ بھی کر لو ورنہ وہ لوگ برا منائیں گے۔'' سکینہ کے لئے اس کی بیزاری اور کوفت معمہ تھی، لڑکیاں تو ایسے موقعوں پر کھلی پڑتی تھیں، شرمائی لجائی ہونٹوں پر دھیمی سی مسکان سجائے ہر چیز دل و جان سے قبول کرتے ہوئے من میں سندر سپنے سجائے دل لگا کر تیار ہوتیں تھیں، اس پر بھی ایسا وقت آیا تھا، کتنے خوبصورت تھے وہ دن حالانکہ ہر چیز بہت ہلکی اور سستی تھی لیکن پھر بھی وہ سب کچھ دیکھ کر سرشار ہو گئی تھی اور یہاں تو ہر چیز ایک سے بڑھ کر ایک اور بڑے بڑے شہروں کی بڑی بڑی مارکیٹوں سے خریدی ہوئیں چیزیں تھیں لیکن سبھی اس کا اکتایا ہوا انداز، اسے ایک آنکھ نہ بھایا۔ لیکن شاید وہ بھول گئی تھی ان سستی اور غیر معیاری چیزوں میں اس کے لئے لگن تھی جذبے تھے چاہے جانے کا احساس تھا دل کو من کی مراد مل رہی تھی، لیکن یہاں تو ایسا کچھ بھی نہ تھا وہ تو خالی دامن لئے بیٹھی تھی، لیکن اس کا یہ اجڑا دامن کوئی بھی نہ دیکھ رہا تھا، اس نے آج تک میک اپ تو کیا معمولی سی لپ اسٹک کو بھی ہاتھ نہ لگایا تھا تو اب بھی وہ کیسے دل نہ چاہنے کے باوجود کر لیتی۔ اس لئے خاموش بیٹھی رہی، سکینہ نے خود ہی اپنے تجربے کے مطابق لیپا پوتی کی تو اس نے اس چھنگھاڑتے ہوئے میک اپ کو تولیے سے صاف کر دیا لیکن وہ شاید کسی ڈھیٹ کمپنی کا بنا ہوا تھا اس لئے اپنے اثرات چھوڑ گیا، تیز لپ اسٹک کا رنگ اس کے گلابی ہونٹوں میں رچ گیا بڑی بڑی آنکھوں میں لگا کاجل پھیل کر انہیں مزید واضح کر رہا تھا، دروازے پر دستک کی آواز پر سکینہ نے جلدی جلدی اسے چوڑیاں، جیولری دوپٹہ اوڑھا کر جوتا پہنایا اپنی طرف سے اس کی تیاری مکمل تھی، خود کو اس مضحکہ خیز روپ میں دیکھ کر چند لمحوں کے لئے ہونٹوں پر مسکان در آئی، لیکن یہ تو اس کا خیال تھا اس کے برعکس اس کا پرسوز سوگوار حسن ان سب چیزوں سے مزید سج گیا تھا دروازے پر دستک دوبارہ ہوئی تو سکینہ نے بڑھ کر چٹخنی گرا دی، زوار شاہ ہاتھوں میں پھول لئے سامنے کھڑے تھے۔

''بی بی تیار ہیں چھوٹے شاہ جی۔'' اس نے کہا اور باہر نکل گئی تو وہ اندر چلے آئے، وہ اپنے حلیے کے پیش نظر تھوڑا سا رخ موڑ گئی۔

''ماشاءاللہ چشم بد دور، سدا خوش رہو آج تمہاری سہیلی ہونے کا حق میں ادا کرتا ہوں۔'' انہوں نے کہہ کر اس کے ہاتھ تھام کر گجرے پہنا دیئے اور اپنے بازوؤں کے حصار میں لئے دروازے کی جانب بڑھے پاؤں من من بھاری ہو گئے قدم اٹھانا اس کے لئے دشوار ہو گیا تو اس نے ان کے کندھے سے سر ٹکا کر خود کو مکمل طور پر ان کے آسرے پر چھوڑ دیا، وہ ڈرائنگ روم تک کیسے پہنچی کہاں بٹھایا گیا اسے کچھ ہوش نہ رہا۔ بلکہ یہ گھونگھٹ تلے اس کی آنکھیں بالکل بند تھیں، نجانے کتنے لوگ تھے وہاں کس نے تھام کر اپنے برابر بٹھا لیا بہت سی آوازوں اور قہقہوں کے درمیان اسے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

''چلیں شاہ سائیں، بسم اللہ کریں جی۔'' اس کے ساتھ بیٹھی عورت نے کہا۔

''جی شاہ بی بی اجازت ہے۔''

''ہاں ہاں کیوں نہیں۔'' بی اماں نے خوشیوں سے لبریز لہجے میں اجازت دی۔

''لو بڑی دولہن یہ فرض بھی تم ہی ادا کرو۔'' ایک مردانہ بھاری بھرکم آواز آئی اور پھر بہت نرمی سے انہوں نے اس کا ہاتھ تھاما تو وہ سختی سے مٹھی بھینچ گئی لیکن اگلے ہی لمحے اس کا سارا وجود ڈھیلا پڑ گیا۔ بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں انگوٹھی سجتے ہی مبارک سلامت کا ایک شور سا اٹھا اور وہ اپنے ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ ضبط کے دامن تھامے ساکت و سامت بیٹھی تھی اس شور شرابے میں شاہ زر شاہ کی بجائے جو نام اس کی گم ہوتی سماعتوں نے سنا وہ یقیناً اس کی کوئی خوش گمانی یا سماعتوں کا دھوکہ ہونے کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتا، آخر شاہ زر شاہ اور شاہ زیب شاہ کے لفظوں میں کچھ زیادہ فرق تو نہ تھا۔

اگلی صبح زوار شاہ کو ہوسپٹل کے لئے میڈیکل آلات اور ضروری مشینری لینے کی غرض سے لاہور جانا تھا وہ ہوسپٹل کی تعمیر کے ساتھ ساتھ نئے تعمیر شدہ حصے میں علاج معالجے کا کام شروع کر چکے تھے اس لئے وہ رات کی سب کو خدا حافظ کہہ کر سوئے تھے کہ صبح منہ اندھیرے ہی انہیں نکل جانا تھا۔

ناشتہ ٹیبل پر لگا کر سکینہ نے بی اماں کو اطلاع دی، ظہور شاہ جو کہ صبح کا اخبار سامنے پھیلائے بیٹھے تھے ان کو آتا دیکھ کر سمیٹا اور انہیں سلام کیا، بی اماں نے حسب معمول ان کی پیشانی چومی لمبی عمر اور صحت تندرستی کی ڈھیروں دعائیں دیتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گئیں، آج وہ بہت مطمئن اور خوش تھیں، ظہور شاہ آزردہ ہونے کے باوجود اپنے خدا کا شکر ادا کر رہے تھے ایک فکر جو ہمیشہ سے دامن گیر تھی کسی قدر اس کا بوجھ ہلکا ہو چکا تھا، ہر والدین اپنی اولاد کے لئے معاشرے میں بہترین مقام کے ساتھ ساتھ بہترین شریک سفر کے متمنی اور دعا گو ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ان کے دونوں بچوں کے لئے جیسے بر عطا کئے تھے وہ اپنی مثال آپ تھے، سگے ماں جائے بھائی کے سامنے بیٹے کے لئے دل کی خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے رسماً بھی نہ سوچا تھا بلکہ بھتیجے کے لئے ہمیشہ سے دل میں پلتی خواہش کو پورا ہوتے ہی اسے فوراً سینے سے لگایا تھا اور بیٹی کو وہ بہت دور بھیجنے کا حوصلہ خود میں نہ پاتے تھے اس لئے آنے والے پہلے پرپوزل پر متذبذب تھے اس کے لئے وہ جس ساتھ کے خواہاں تھے خدا بخود ہی انہیں ان کے دروازے پر لے آیا تھا اور وہ پورے دل و جان سے ان کی بیٹی کے طلبگار تھے تو بھلا وہ انکار کیوں کرتے، نیک اور فرمانبردار اولاد کے لئے ڈھیروں خوشیوں کی دعا کرتے ہوئے وہ کیوں نہ خدا کا شکر ادا کرتے۔

''سکینہ، شانو کو بلا لاؤ ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔''

''جی شاہ بی بی، میں گئی تھی انہیں بلانے وہ ابھی تک سو رہی ہیں، ایک دو آوازیں دیں میں نے لیکن وہ اٹھیں نہیں تو مجھے انہیں اتنی گہری نیند سے جگانا اچھا نہیں لگا۔''

''اس لئے سورج سر پر آ گیا ہے، یہ کون سا ٹائم ہے سونے کا، جاؤ جگاؤ اسے اتنا دن چڑھے تک سونا نحوست پھیلاتا ہے۔'' بی اماں کے حکم کی بجا آوری کے لئے وہ چلی گئی لیکن چند ہی منٹوں بعد بھاگتی ہوئی ہراساں اور پریشان واپس آئی تھی۔

''شش...... شاہ بی وہ...... وہ شانو بب...... بی بی...... تو اٹھ ہی نہیں رہیں جی وہ تو بے ہوش پڑیں ہیں جی۔''

''کیا؟'' ظہور شاہ ایک جھٹکے سے اٹھے تھے، بی اماں بھی افتاں و خیزاں ان کے پیچھے لپکی، وہ اپنے بیڈ پر بالکل بے خبر و بے حس پڑی تھی۔

''کیا ہو گیا میری بچی کو آئے ہائے کس ظالم کی نظر لگ گئی ہے میری شانو کو۔'' وہ ہانپتی کانپتی اس کے سرہانے جا بیٹھیں اور اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔

''شازمہ میری بچی آنکھیں کھول کیا ہوا ہے تجھے۔'' بابا جان بھی اس کے قریب بیٹھے اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے بولے لیکن بے سود سکینہ نے پانی کے چھینٹے دیئے بی اماں نے ناک اور منہ پر ہاتھ رکھ کر دبایا اور ساتھ ہی پڑھ پڑھ کر پھونکتی رہیں، لیکن سارے ٹوٹکے بیکار ہو گئے۔

''آخر ہوا کیا ہے اسے۔'' لیکن ان کے سوال کا جواب کون دیتا؟ رات جب زوار لالا اسے خدا حافظ کہہ کر کمرے سے گئے تو وہ بستر پر ڈھے گئی تنہائی ملتے ہی حوصلوں کی تمام طنابیں ایک ایک کر کے اس کے ہاتھوں سے چھوٹتی جا رہی تھیں، لیکن وہ ہمت ہارنا نہیں چاہتی تھی اس لئے اٹھ بیٹھی ساتھ ٹیبل پر رکھی کتاب پڑھنے لگی رات کا دوسرا پہر شروع ہو چکا تھا بیٹھے بیٹھے گردن اکڑ گئی تو لائٹ بند کر کے لیٹ گئی لیکن نیند کا کہیں نام و نشان ہی نہ تھا، چھت کو گھورتے ہو ڈھیروں پانی آنکھوں میں آن جمع ہوا، لیکن وہ اپنے خدا سے کئے عہد کی بنا پر رونا نہیں چاہتی تھی، کوشش کے باوجود بھی جب دو آنسو لڑھک کر بالوں میں جذب ہو گئے تو اس نے بے بسی سے کروٹ بدل کر تکیہ دبوچ کر سختی سے سر پر رکھ لیا، حلق میں آنسوؤں کی وجہ سے درد کا ایک گولہ سا اٹک گیا تھا، جسے نگلنے کی کوشش میں درد بڑھتا ہی جا رہا تھا، سانس سینے میں اٹکنے لگی تو دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا اس سے پہلے کہ وہ تکیہ ہٹا کر اٹھتی بے دم سی ہو گئی اور چند ہی لمحوں بعد غافل ہو گئی تھی۔

''میرا خیال ہے کہ میں شاہ زیب شاہ کو فون کرتا ہوں اور فوراً آنے کا کہتا ہوں۔'' وہ کہتے ہوئے اٹھے اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھے ہی تھے بی اماں کی آواز نے ان کے قدم روک لئے۔

''آئے ہائے کیسی بدشگونی ہے یہ، رات ہی تو وہ لوگ منگنی کی رسم ادا کر کے گئے ہیں اور اب ان حالات میں بچہ کہاں آئے گا۔'' ان کی آواز پر وہ یکدم پلٹے تھے۔

''بی اماں کیا مطلب ہے آپ کا میری بچی نجانے کب سے بیہوش پڑی ہے اور میں اس وادی میں موجود واحد ڈاکٹر کو صرف اس لئے نہ بلاؤں کہ وہ اس کا منگیتر ہے۔'' انہوں نے الجھے ہوئے انداز میں شکوہ کناں نگاہوں سے ماں کو دیکھا تو وہ فوراً بول اٹھیں۔

''میں نے ایسا کب کہا ظہور شاہ، میں تو اس کی خوشیوں اور ارمانوں کا خیال کرتے ہوئے کہہ رہی ہوں کہ نجانے شانو کو اس حال میں دیکھ کر وہ کیا سوچے۔''

''چھوڑیں اماں ہماری نئی نسل اتنی تنگ نظر و تنگ دل نہیں ہے۔'' وہ کہتے دروازہ عبور کر گئے، لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ انسان کی تخلیق کا شمار تو ایک ہی وقت پر ہو چکا تھا وہ چاہے پرانی نسل کا ہو یا نئی نسل کا، شک کا بیج اس کے دل میں اگتے دیر نہیں لگتی۔

وہ اپنا میڈیکل بکس لئے واہموں اور خدشوں کو دل میں پالتا حیران و پریشان بھاگم بھاگ وہاں پہنچا تھا۔

''خیریت تو ہے ناں کاکا جان۔'' اس کے سوال کے جواب میں وہ اسے لئے اس کے کمرے میں چلے آئے، وہ اندر داخل ہوتے ہی بیڈ پر بے خبر و بے سود پڑی شازمہ کو دیکھ کر

گیا، وہ اسے تمام صورتحال سے آگاہ رہے تھے لیکن اس حالت میں دیکھ کر اسے خود اپنے حواس کھوتے ہوئے محسوس ہوئے، بی اماں اب بھی اس کے سرہانے بیٹھی پڑھ پڑھ کر پھونک رہی تھیں، سکینہ کے ساتھ ایک دو اور ملازمائیں چہرے پر پریشانی سجائے موجود تھیں، اس نے ایک گہری سانس لے کر اپنی منتشر ہوتی دھڑکنوں کو سمیٹنے کی کوشش کی اور بیڈ کے قریب رکھی کرسی پر بیٹھ کر اس کی نبض تھام لی، نگاہیں اس کے خوبصورت چہرے پر ٹکی تھیں، جہاں میک اپ کے مٹے مٹے اثرات اب بھی اس کی دلکشی و رعنائی میں اضافے کا باعث بنے ہوئے تھے، اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود آج وہ کتنے مہینوں بعد اسے دیکھ رہا تھا اور اسے اس حالت میں دیکھ کر لمحہ بہ لمحہ بڑھتی ہوئی پریشانی اس کے چہرے سے مترشح تھی، اسٹیتھو سکوپ کانوں میں لگائے وہ اس پر جھکا تو اس کے دل کی ڈوبتی ابھرتی دھڑکنیں اسے گہرے ملال میں ڈبو گئیں وہ گہری سانس لیتا ہوا سیدھا ہوا۔

''بہت زیادہ لی گئی ذہنی ٹینشن کا نتیجہ ہے جسے ان کا کمزور و ناتواں دماغ سہہ نہیں سکا بہت زیادہ کمزوری بیہوشی کا باعث بنی ہے اور میرا خیال ہے کہ انہوں نے کافی دنوں سے ٹھیک طرح سے کھانا بھی نہیں کھایا۔'' وہ انجکشن بھرتے ہوئے انہیں صورتحال سے آگاہ کر رہا تھا، ملول اور رنجیدہ ہونے کے باوجود اس کا انداز بہت پروفیشنل تھا، اس کی بات پر بابا نے سوالیہ نگاہوں سے بی اماں کی طرف اور بی اماں نے سکینہ کی طرف دیکھا تھا کہ سکینہ ہی اس کی خاص ملازمہ تھی۔

''جی کھانا تو بی بی نے کافی عرصے سے کھایا ہی نہیں دو چار لقمے لئے اور بس، اداسی اور سنجیدگی تو جیسے ان کے وجود کا حصہ بن گئی ہے، بہت عرصہ ہوا مسکراہٹ کو ان کے ہونٹوں سے جدا ہوئے۔'' سکینہ شازمہ کے چہرے پر نظریں ٹکائے بڑی اداسی سے بول رہی تھی آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ کر اس سے اس کی محبت کی گواہی دے رہے تھے، اس کی باتیں بابا جان کو ازحد پریشان کر گئیں وہ کتنے بے خبر ہو گئے تھے اپنی لاڈلی کی طرف سے نہیں بلکہ یہ کہنا زیادہ بہتر تھا کہ ہمیشہ ان کا خیال رکھنے والی کا خیال انہوں نے کیوں ناں کیا وہ تو خود زندگی کا احساس دلاتی تھی تو اب کیوں زندگی سے دور ہوتی جا رہی تھی، لیکن شاہ زیب شاہ کے سامنے انہوں نے کچھ بھی کہنے سے گریز کیا تھا۔

اپنے جذبات سے لبریز دل کو قابو میں کئے وہ اس کی آستین اوپر چڑھائے اس کے دودھیا گداز بازو میں انجکشن انجیکٹ کر رہا تھا جب اس کی پلکیں لرزیں بازو میں ہونے والی چبھن کا احساس ہوتے ہی پٹ سے آنکھیں کھول دیں اور جس چہرے کو اس سے خود پر جھکے پایا اسے اپنا وہم جان کر کے دوبارہ بند کر لیں، اس کا یہ انداز شاہ زیب شاہ کے دل میں نشتر چبھو گیا، بہت دھیرے سے سوئی باہر نکالی تھی۔

''شانو اٹھ آنکھیں کھول میری جان میری بچی کیا ہوا ہے تجھے۔'' بی اماں اسے پکار رہیں تھیں، بابا بھی فوراً اس پر جھکے تھے، ان کی آواز پر اس نے دھیرے دھیرے پلکیں کھولیں، وہ دوبارہ اس کی کلائی تھامے نبض چیک کر رہا تھا، اس کے کلائی چھوڑتے ہی وہ اٹھ بیٹھی تو سکینہ نے جلدی سے اس کے پیچھے تکیہ سیدھا کیا۔

''شی از او کے، اب یہ کافی بہتر ہیں، میں یہ طاقت کی کچھ دوائیں لکھ رہا ہوں، انہیں باقاعدگی سے دیں، خوراک کا خاص خیال رکھیں اور کوشش کریں کہ یہ تنہا نہ رہیں، انہیں بھرپور توجہ دیں۔'' وہ بے پناہ سنجیدگی سے کہتا رائٹنگ پیڈ پر لکھ رہا تھا صفحہ پھاڑ کر اچانک ہی اس سے مخاطب ہوا۔

''اور آپ کوشش کریں کہ فضول اور بیکار قسم کی سوچوں کو اپنے دماغ میں جگہ مت دیں۔'' ...ختی لئے ہو تنبیہی لہجہ پر اس نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا تھا، اس کی شکوہ کناں نگاہوں میں ...ے بہت سی اداسی اور اضمحلال چھپا ہوا محسوس ہوا تھا اس کا لٹا لٹا سا انداز اس کے دل میں کئی نشتر ...ہو گیا تو وہ نگاہیں چرا گئی۔ رات جو ناموں کی ...وڑی بہت مماثلت نے دل میں ہلکی سی خوش ...مانی پیدا کی تھی اسے یہاں دیکھ کر رفو چکر ہو گئی کہ ان کے ہاں بات طے ہو جانے کے بعد ...ے کا یوں گھر چلے آنا خاصا معیوب سمجھا جاتا تھا اور پھر اس کا ملول انداز چیخ چیخ کر اس کے ...راہ لٹ جانے کی گواہی دے رہا تھا، اس نے ...ختی سے آنکھیں میچ کر ڈھیروں آنسوؤں کو اندر اتارا۔

اور ایک وہ تھا کہ اپنی خوشیوں اور محبتوں کی ایسی ناقدری پر ملول اور اداس کیوں نہ ہوتا، کتنا خوش تھا وہ رات کو جب سب بھابھیوں نے چھیڑ چھیڑ کر اس کے ناک میں دم کر دیا تھا، کتنے ارمان جا لئے تھے اس نے ایک ہی رات میں، ساری رات ایک پل بھی نہ سو پایا تھا وہ اس کا بس نہ چلتا تھا کہ ساری دنیا کو چیخ چیخ کر بتاتا کہ اس کے دل نے جس کی خواہش کی تھی اس کی بے تحاشا خوبصورت مرمریں انگلیوں میں اس کے نام کی انگوٹھی سج گئی ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کے نام لکھ دی گئی ہے۔

کیسی کیسی سوچوں کے گرداب میں الجھا تھا وہ ...تنی عجیب بات ہے کہ انسان کو کچھ پا لینے کی ...ھیر ساری خوشی ایک ساتھ ملتی ہے تو بھی اس کی نیندیں اڑ جاتی ہیں اور کچھ چھن جانے کا احساس بھی اسے ایک پل کے لئے آنکھیں بند کرنے نہ دیتا ہے۔

رانو کی ذومعنی باتوں پر اس نے اپنے جذبوں کی صداقت پر یقین رکھتے ہوئے اتنی توجہ نہ دی تھی لیکن زوار شاہ کے ایک ہی جملے نے اس کی راتوں کی نیند دن کا سکون اور دل کا قرار لوٹ لیا تھا۔

ہوسپٹل کا نقشہ منظور ہونے کے بعد تعمیر کا کام اپنے ابتدائی مراحل میں داخل ہو چکا تھا۔ وہ دونوں اپنے اس مشن کے لئے دن رات ایک کئے ہوئے تھے، وہ انجینئرز کے ساتھ سائٹ پر موجود تھا، لیکن زوار شاہ نے آج آنے میں کافی دیر کر دی تھی، انجینئرز سامنے نقشہ پھیلائے اس سے ڈسکس کر رہے تھے، ان کی آمد خاصی دیر سے ہوئی۔

''کیا بات ہے سر آج بہت دیر سے آئے آپ اور اب کچھ الجھے الجھے بھی لگ رہے ہیں، خیریت تو ہے ناں؟'' اس سے دو سال سنئیر ہونے پر وہ انہیں پہلے دن سے ہی ''سر'' کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔ انجینئرز کو فارغ کرنے کے بعد وہ گہری سانس لے کر بالوں میں انگلیاں پھنسائے کسی گہری سوچ میں بیٹھے تھے اس لئے وہ سوال کئے بنا رہ نہ سکا۔

''ہاں یار بس خیریت ہی ہے۔''

''گھر میں کچھ مہمان آئے ہوئے تھے اس لئے دیر ہو گئی۔''

''مہمان تو خوشی کا باعث ہوتے ہیں اور آپ پریشان بیٹھے ہیں۔'' اس نے مسکرا کر کہا تو وہ بغور اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولے تھے۔

''ہاں مہمان ہی ایسے تھے جو ہمیں وقت گزرنے کا احساس دلا گئے، شازمہ جو کل تک میری انگلی پکڑ کر چلا کرتی تھی آج وہ اس کے طلبگار بن کر آ گئے ہیں۔''

''کیا...... کک...... کون لوگ۔'' وہ لڑکھڑا گیا۔

''دور پرے کی خالہ ہیں پہلے یہی گاؤں

میں ہی رہتے تھے پھر آہستہ آہستہ شہر جا بسے اور اب شازمہ کا رشتہ اپنے بیٹے سے کرنے پر معصر ہیں کبھی خود آ جاتی ہیں تو کبھی دن رات فون کر کے اصرار کر رہی ہیں۔''

''تو پھر۔'' اس کے حلق سے بمشکل آواز نکلی۔

''پھر کیا، بی اماں تو جی جان سے راضی ہیں، لڑکا امریکہ سے پڑھ کر آیا ہے ان لوگوں کا تو کہنا ہے کہ اب وہ واپس نہیں جائے گا لیکن ہم نے سنا ہے کہ وہ زیادہ عرصہ پاکستان میں ٹکنے والا نہیں، مجھے اور بابا کو یہی ایک بات تذبذب میں ڈالے ہوئے ہے، ایک ہی تو بہن ہے میری اتنی دور بیاہنے کا حوصلہ نہیں ہے، وہ خود بھی ایڈجسٹ نہیں کر پائے گی وہ تو شادی کے نام پر ہی ہنگامہ کھڑا کر دیتی ہے، فوراً رونے بیٹھ جاتی ہے اور میں اس کی آنکھ میں آنسو نہیں دیکھ سکتا، ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے۔'' بات کرتے کرتے ان کا گلا رندھ گیا تو وہ خاموش ہو گئے پھر ایک دم ہی اٹھے اور اس چھوٹے سے عارضی آفس سے باہر نکل گئے اور وہ خاموش بیٹھا دیکھتا رہ گیا، اب پریشان ہونے اور الجھنے کی باری اس کی تھی جب کہ زوار شاہ دوبارہ واپسی پر ایسے نارمل تھے کہ جیسے وہ اپنی ساری ٹینشن اسے منتقل کر کے بہت پرسکون اور مطمئن ہو گئے ہوں۔

اور اب وہ سارا دن کی تھکن کے باوجود راتوں کو جاگ جاگ کر مختلف پلان بناتا اور مسترد کر دیتا، آغا شاہ سے بات کرنے سے پہلے وہ زوار شاہ سے بات کرنا چاہتا تھا، لیکن ''کیسے'' یہی بات اس کی سمجھ میں نہ آئی تھی، وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی اور زوار شاہ کی دوستی کے درمیان عزت و غیرت کی کوئی بات بنیاد بن کر تنازعے کا باعث بنے، اس لئے آغا شاہ سے بات کرنے سے پہلے وہ ان کا عندیہ جاننا چاہتا تھا کہ آیا انہیں اس بات پر کوئی اعتراض تو نہیں۔

اس وقت بھی وہ وقت سے کافی پہلے [illegible] گیا تھا، آج بھی اس نے دل میں عزم کیا تھا کہ وہ آج ان سے ضرور بات کرے گا، زوار شاہ ایک راؤنڈ لے کر کام کا جائزہ لیتے واپس آئے وہ آنکھیں بند کیئے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا، ایک ہاتھ سے بار بار بالوں کو جکڑتا الجھا تا انداز اس کی اندر کی کشمکش کا غماز تھا۔

''کیا بات ہے یار میں پچھلے دو تین دنوں سے تمہیں نوٹ کر رہا ہوں کہ تم خاصے اپ سیٹ ہو، کیا اپنی پریشانی شیئر نہیں کرو گے۔'' اپنائیت سے پوچھ بیٹھے کہ بہر حال وہ انہیں بہت عزیز تھا، اس سے ملنے کے بعد اس کی خوبصورت شخصیت اور بہترین سوچ نے انہیں بہت متاثر کیا تھا اور ایک خواب خود بخود ہی ان کی آنکھوں میں آن بسا تھا، وہ خواہش جو شاہ زیب شاہ سے پہلی ہی ملاقات سے ان کے دل میں پلنے لگی تھی، وہ اپنی زبان سے تو اس کے سامنے بیان نہیں کر سکتے تھے، اپنی نٹ کھٹ اور معصوم سی بہن کے لئے جاذب نظر بندہ جس کی خوبصورت آنکھوں میں اس وقت دوڑتی سرخی انہیں مزید خوبصورت لگ رہی تھی انہیں بہت مناسب اور ایک دم پرفیکٹ لگا تھا۔

''ہاں، وہ مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنا تھی۔'' وہ سیدھا ہوتے گویا ہوا انداز خاصا ہچکچایا ہوا تھا۔

''ہاں بھئی کہو کیا بات ہے۔'' وہ پوری طرح متوجہ ہوئے۔

''وہ سر آ...... آپ برا تو نہیں مانیں گے۔'' اس نے ماتھے پر آیا پسینہ صاف کیا۔

''اب کہہ بھی چکو یار۔'' وہ ہنسے۔

''وہ...... آ...... آغا جان آپ کی طرف آنا چاہتے ہیں۔'' اس نے نظریں چرائے میز کی سطح [illegible] چرتے ہوئے جھجک کر بات کا آغاز کیا، تو وہ فوراً ہی جیسے بات کی تہہ تک پہنچ گئے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ رینگ گئی جسے انہوں نے فوراً ہی [illegible] نیازی کی دبیز تہہ میں چھپا لیا اور ایک فائل اٹھا کر دیکھنے لگے۔

''ہاں تو یار آ جائیں ناں انہیں روکا کس نے ہے، ویسے بھی یہ آنا جانا تو لگا ہی رہتا ہے، اس میں برا ماننے یا اجازت لینے کی کون سی بات ہے۔'' ان کی بات پر اس نے سر اٹھا کر ان کی بے نیازی کو نوٹ کیا اور میز کی سطح پر مکا رسید کرتا کھڑا ہوا اور خود کو تمہید باندھنے کے لئے تیار کرنے لگا۔

''آپ جانتے ہیں ناں کہ میری والدہ نہیں ہیں، چار بھابھیاں ہیں، بڑی بھابھی تو خیر میری ماں جیسی ہیں انہوں نے ہی مجھے پالا پوسا ہے اور آج میں جس مقام پر ہوں انہی کی تربیت نے پہنچایا ہے، چھوٹی تینوں بھابھیاں بہت اچھی اور بہت مہربان ہیں مجھ پر، لیکن...... مسئلہ یہ ہے [illegible]''

''ہاں بھئی کیا مسئلہ ہے؟''

''مسئلہ یہ ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ ان کی یہ مہربانیاں ناراضگی میں بدل جائیں۔'' اس کی بات کے جواب میں وہ ناسمجھی سے اسے دیکھتے [illegible] تو ان کی سمجھ کو کوستے ہوئے مزید الجھ گیا۔

''دراصل تینوں بھابھیاں چاہتی ہیں کہ میں ان کی بہنوں سے شادی کروں اور میں تین شادیاں تو نہیں کر سکتا ناں اور ان سے ایک کا بھی انتخاب کرتا ہوں تو باقی دو ناراض ہو جاتی ہیں۔'' وہ ان کی جانب پشت کیئے کمرے کی اکلوتی کھڑکی پر دونوں ہاتھ جمائے باہر دیکھتے ہوئے بولا تو وہ کرسی سے اٹھ کر اس کے پیچھے آن کھڑے [illegible]

''یار اصل قصور ان کا نہیں ہے تم انسان ایسے پرفیکٹ ہو کہ تم سے ملنے والا ہر بندہ یہی چاہے گا کہ تم اس کی بہن سے شادی کرو۔'' اور شاید اس کا بھی ضبط جواب دے چکا تھا اسی لئے وہ ایک جھٹکے سے مڑا اور۔

''تو آپ کیسے بھائی ہیں کہ ایسا نہیں چاہتے۔'' بے ساختہ ہی اس کے منہ سے الفاظ نکلے تھے اور ان کے چہرے پر پہلے حیرت اور پھر آہستگی سے پھیلتی مسکراہٹ کو دیکھ کر شرمندگی سے دوچار ہو گیا اگلے ہی پل وہ دوبارہ رخ پھیر چکا تھا، انہوں نے قہقہہ لگا کر اس کا بازو پکڑ کر سامنے کیا اور گلے لگا لیا۔

آغا شاہ بابا جان کے پاس آئے تھے انہوں نے بنا کسی تردد کے ہاں کہہ دی لیکن کچھ تو شازمہ کا رویہ اور کچھ ان کے اپنے گھر میں کشیدگی کے ڈر سے بات اندرونی طور پر ہی طے کر لی گئی، شاہ زیب شاہ اور زوار شاہ کے مشن کی تکمیل تک اس نسبت کو صیغہ راز ہی میں رہنا طے پایا۔

لیکن پھر حالات نے کچھ ایسا رخ بدلا کہ اس راز منکشف کرنا پڑا، منجھلی بھابھی نے بنا کسی کو بتائے اپنی چھوٹی بہن کے لئے رشتہ ڈال دیا اور منجھلے لالا بھی ان کے ہمنوا ہو گئے کہ وہ واقعی ایک بہترین لڑکی تھی اور شاید شازمہ شاہ سے ملنے سے پہلے شاہ زیب شاہ کو بھی کوئی اعتراض نہ ہوتا لیکن اب یہاں دل کا معاملہ تھا اور پھر آغا شاہ نے بڑی بھابھی کے مشورے پر سب کو سامنے بٹھا کر بڑے سبھاؤ سے اس نسبت کا اعلان کر دیا، پھر بھلا آغا شاہ کے کسی فیصلے پر کسی میں انکار کی ہمت کہاں تھی، اب بڑی بھابھی اپنے لاڈلے دیور کی منگنی پوری دھوم دھام سے کرنے کے لئے بے قرار ہوا تھیں۔

کتنی خوبصورت تھی وہ سپنوں بھری رات، ہزاروں دیپ جل اٹھے تھے آنکھوں میں، چہار سو

روشنی کرتے جگنوؤں کو ایک ہی پل میں اس نے
اپنی مٹھی میں قید کرلیا تھا، لیکن یہ کیا؟ مٹھی کھلتے ہی
ان کی ساری جگمگاہٹ ماند پڑ چکی تھی، شاید ان پر
یہ زبردستی مسلط کر دی گئی تھی، اس لئے ایک ایک
کر کے اس نے سب جگنوؤں کو آزاد کر دیا اور خود
تاریکی کے گھپ اندھیروں میں ڈولتا دل کی
خواہشوں کو روندتا ایک بہت بڑا فیصلہ کر بیٹھا تھا،
لیکن اس سے پہلے وہ صرف ایک بار اس سے ملنا
چاہتا تھا اور اس کے لئے اس نے چوری چوری
سکینہ سے بھی مدد طلب کی تھی لیکن اس نے تو جیسے
حویلی سے باہر قدم نہ رکھنے کی قسم کھالی تھی، سارا
سارا دن خاموش لیٹی رہتی یا پھر زوار شاہ کے
اسٹوڈیو میں جا کر رنگوں سے کھیلنے لگتی لیکن جب
کچھ نہ بن پڑتا تو شاعری کی کوئی کتاب اٹھا کر
درختوں کے جھرمٹ میں جا بیٹھتی اور گھنٹوں گزر
جاتے، اپنے ہاتھ کی انگلی میں موجود انگوٹھی کو گم صم
دیکھے جاتی تو اس میں فٹ نگینے میں واضح ہوتی
صورت کو سر جھٹک کر ذہن کے دریچوں سے
جھانکنے سے روکتی، اس دن کی اس کی واپسی کا لٹا
لٹا سا انداز اسے مزید بیقرار کر دیتا تھا وہ جتنا بھی
اسے بھولنے کی کوشش کر رہی تھی اس سے بھی
زیادہ پر زور انداز میں ناکام ہو رہی تھی۔

''یا اللہ مجھے معاف کر دے، میرے پروردگار
میرے دل کو سکون عطا فرما، تو جانتا ہے کہ یہ سب
میرے اختیار میں نہیں ہے، اے میرے رب تو یہ
بھی جانتا ہے کہ میرے دل کی اس چاہت میں
میرا کوئی عمل دخل نہیں ہے، میرا اس میں کوئی قصور
نہیں ہے میرے اللہ، پھر مجھے ایسی سزا کیوں مل
رہی ہے، یا اللہ میری اس مشکل کو آسان فرما میری
بیقراری کو قرار بخش دے یا باری تعالیٰ میرے
دل کی اس شدت کو روک دے یا پھر یا پھر......''

وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر پھوٹ
پھوٹ کر رو دی اور شاید خدا کو اس کی یہ عاجزی
پسند آ گئی تھی۔

رانو کے آنے کی خبر اسے بہار کی آمد
طرح لگی تھی خدا نے اسے ماں جیسا رتبہ عطا
کر بیٹے جیسی نعمت سے نوازہ تھا، وہ اڑ کر اس
پاس پہنچ جانا چاہتی تھی جو کہ ناممکن تھا۔

''چل ناں ادی سکینہ میرے ساتھ۔''

''دیکھو بی بی پہلی بات تو یہ کہ وہ آئی ا
تیرے پاس آنا چاہیے اور دوسری بات یہ کہ
کام پڑا ہے کرنے والا مجھے سارا کر کے جل
جلدی جانا ہے آج اتنے دن بعد تو کرم داد کو
ملی ہے۔'' وہ دوپٹے کا کونا دانتوں تلے دباتی
بولی تو وہ خاموش ہو کر بیٹھ گئی۔

''تو اکیلی چلی جاؤ ناں بی بی کون سا ر
نہیں آتا تجھے۔'' اس کی بات پر وہ گہری سا
لے کر رہ گئی۔

''اب تو سارے راستے بھول جانا چا
ہوں میں لیکن ہر موڑ پر......'' وہ بڑبڑا کر رہ گئی
ایک دم ہی بے چین ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''بی اماں میں رانو کی طرف جا رہی ہوں
اس کی آواز پر انہوں نے چونک کر دیکھا۔

''جا میری بچی خدا تجھے خوش رکھے۔''
بغور اس کی طرف دیکھتے رہنے کے بعد بولی
آج کتنے ہی عرصے بعد اس نے باہر نکلنے کی
کی تھی شارٹ کٹ سے جو رستہ رانو کے گھر
جاتا تھا جہاں بچپن سے لے کر جوانی تک
کے قدم پڑتے رہے تھے اور وہ بھی کبھی نہ ڈ
تھی آج بہت عرصے بعد اس رستے پر چلتے
کے قدموں میں تمام بڑے درخت پھلوں
لدے پڑے تھے، اپنے پسندیدہ ترین پھل
کے درختوں کے پاس جا کر وہ ایک لمحے کو
تھی پھر سر جھٹک کر آگے بڑھ گئی۔

وہ سارے ماحول سے نظریں چرائے
جھکائے تیز تیز چلتی گئی، اس کی مخصوص راہ گز

درختوں کے درمیان شاید کوئی کھڑا تھا، لیکن پہلے
کی طرح اسے اپنا وہم جان کر آگے بڑھی و
درخت پر ہاتھ رکھ کر اس کا راستہ روکا گیا تھا اس
نے چونک کر دیکھا تو جیسے سب کچھ ساکت ہو گیا،
پرندوں کی چہچہاہٹ کوئل کی کوکو ماحول کی ساری
خوبصورتی جیسے کسی نے سلب کر لی، تو صرف وہ
دونوں آمنے سامنے ایک دوسرے پر پیاسی نگاہیں
جمائے بے خبر و بے خود سے آج ایک طویل
عرصے بعد وہ یوں ایک دوسرے کے سامنے
کھڑے تھے۔

پہلی ملاقات والی شانو سے آج کی شازمہ
بالکل مختلف تھی، ماضی کی شانو دو چٹیاں کئے چھوٹا
سا دوپٹہ گلے میں ڈالے خود سے بے نیاز ہر وقت
لڑنے مرنے پر تیار اور آج کی شازمہ شاہ اپنے
لمبے گھنے بالوں کی ڈھیلی سی بے ترتیب چٹیاں
کئے بڑا سا دوپٹہ سلیقے سے اوڑھے خود میں مگن
نظریں جھکائے اس کے سامنے آئی تھی اور اب
اس کی سونی اور ویران آنکھوں میں جیسے زندگی کی
خواہش خود مر گئی تھی، لیکن ایک لمحے کے لئے ہی
ہی اسے لگا تھا جیسے ان آنکھوں میں زندگی نے
کروٹ لی ہو، اسے اپنا عکس بہت واضح نظر آیا تھا
اور شاید گہرائی میں اترتے کسی احساس نے ہی
اسے چونکایا تھا کہ وہ فوراً نظریں چرا کر رخ موڑ
گئی اور وہ اس کی پشت کو دیکھتا رہ گیا۔

''آ......آپ یہاں؟'' لڑکھڑاتے لفظ اس
کی زبان سے ادا ہوئے، ہاتھ مسلتی وہ اپنی
دھڑکنوں کو سنبھالنے میں ناکام ہو رہی تھی، دل کی
شدید ترین خواہش کے باوجود اسے امید نہ تھی کہ
وہ یہاں مل جائے گا۔

وہ اسے وہاں صدیوں سے کھڑا اپنا منتظر لگا،
کیسی تڑپ تھی کیسی پیاسی تھی ان نگاہوں میں وہ
اندر تک لرز گئی۔

''کیوں کیا مجھے یہاں نہیں ہونا چاہیے تھا،

یا پھر...... تم مجھے دیکھنا نہیں چاہتیں تھیں۔" ہلکا سا طنز آمیز لہجہ اس کے دل کی طنابیں کھینچنے لگا۔

"پلیز میرا رستہ چھوڑیں مجھے جانے دیں۔"

اس نے فریاد کی۔

"اور اگر ایسا نہ کروں تو۔" وہ ایکدم ہی خوف زدہ ہوگئی۔

"پلیز مجھے جانے دیں کیوں روکا ہے مجھے آپ نے۔" پریشانی اس کے لہجے ہویدا تھی۔

"مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے شازمہ شاہ۔"

"بات کیسی بات؟"

"کیا تم اس رشتے سے خوش نہیں ہو۔" اس کے سوال نے جسے اس کا دل مٹھی میں جکڑا تھا۔ اس نے فوراً درخت کو تھاما، ابھی وہ خود کو سنبھال ہی نہ پائی تھی کہ اس نے دوبارہ سوال دہرایا۔

"جواب دو خاموش کیوں ہو، کیا تم اس رشتے سے خوش نہیں ہو۔" اس کا لہجہ اسے جیسے اس کے باپ بھائی کو گالی دیتا ہوا محسوس ہوا ان کا اونچا شملہ سر بازار اچھالتا ہوا لگا، اپنی عزت گلیوں میں رلتی اور وفا پستیوں میں گرتا ہوا لگا تھا، وہ ایک دم ہی پلٹی تھی۔

"کیا مطلب ہے آپ کا کیا کہنا چاہتے ہیں آپ۔" دنیا جہان کی سختی اس کے لہجے میں در آئی۔

"میں خوش ہوں یا نہیں آپ کو اس بات سے کیا مطلب کوئی ایک دو دن کی بات نہیں زندگی بھر کے فیصلے میں شازمہ شاہ اور زبردستی مسلط ہونے کا احساس کسی عذاب سے کم نہیں ہوتا، تم اگر اس تعلق سے خوش نہیں ہو تو انکار کر دو۔" وہ غصے میں تیز تیز بولتا اسے بھی مشتعل کر گیا۔

"انکار کر دوں، کیوں؟ کیوں؟ کر دوں انکار، واہ شاہ زیب شاہ صاحب واہ۔"

"انکار کر دوں اس لئے میرے باپ بھائی جو کہ اس وادی کے حاکم ہیں پھر کسی کے سامنے سر اٹھا کر نہ چل سکیں، اونچے چوباروں والی حویلی سے نکلیں تو ان کے سر اور آنکھیں جھکی ہوں وہ کسی سے نظر ملا کر بات نہ کر سکیں، اس لئے انکار کر دوں، جب وقت تھا اس وقت آپ کچھ نہ کر سکے اور اب جب وقت ہاتھ سے نکل گیا تو آپ مجھے مشورہ دینے چلے آئیں ہیں کہ میں انکار کر دوں لیکن مجھے آپ کا مشورہ قبول نہیں ہے شاہ زیب شاہ، اپنے باپ اور بھائی کو رسوا کرنے سے بہتر ہے کہ میں اندھے کنویں میں چھلانگ لگا دوں، میں اس رشتے کو ان کی خوشی اور عزت کی خاطر قبول کر چکی ہوں اور آپ کو بتا دینا چاہتی ہوں کہ نفرت ہے مجھے آپ کے ایسے مشوروں سے اور...... اور...... آپ سے ہاں آپ سے سمجھے آپ، نفرت کرتی ہوں میں آپ سے نفرت اور آئندہ کبھی میرے رستے میں آنے کی کوشش مت کیجئے گا۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی زہر خند لہجے میں بولتی اسے آگ کی بھٹی میں جھونک گئی اور وہ دم بخود آنکھوں میں حیران لئے اسے جاتا ہوا دیکھتا رہ گیا، نفرت کا ایسا کھلم کھلا اظہار وہ کبھی سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ اس کی شدید ترین محبتوں کے جواب میں وہ اس طرح نفرت کے تیر برساتی چلی جائے گی۔

اس کا سارا وجود شعلوں کی لپیٹ میں آ چکا تھا، وہ آندھی طوفان بنا اس کے سر پر جا پہنچا وہ جو کہ اپنے دوپٹے کے پلو سے چہرہ صاف کرتی کچھ ہی دور گئی تھی اس کا بازو اپنے مضبوط ہاتھ کے شکنجے میں لے کر ایک جھٹکے سے اس کا رخ اپنی طرف موڑا اور اس کے ہاتھ کی انگلی میں سجی انگوٹھی کو بے دردی سے کھینچ کر اتار لیا، وہ اس اچانک افتاد پر بری طرح گڑبڑا گئی۔

"اتنی ہی نفرت کرتی ہو مجھ سے تو پھر کیوں

میرے نام کی اس زنجیر کو اپنے ہاتھ میں سجا رکھا ہے تم کسی خوش فہمی میں مت رہنا شازمہ شاہ کہ شاید میں یہ منگنی ٹوٹنے پر خود ٹوٹ جاؤں گا یا تم سے جدا ہو کر مر جاؤں گا، ایسا کچھ بھی نہیں ہو گا، میں نے تم سے محبت ضرور کی ہے شازمہ شاہ اور شدید ترین محبت، میں نے اور میرے گھر والوں نے بھی بہت محبتوں اور چاہتوں سے یہ بندھن باندھا تھا لیکن میں اپنی ان خلوص بھری چاہتوں کی ناقدری کو کبھی قبول نہیں کروں گا، سمجھا لوں گا میں اپنے دل کو کہ تم میری قسمت میں تھیں ہی نہیں یا پھر میں ہی تمہارے قابل نہیں تھا۔'' وہ تیز و تند لہجے میں بولتا چلا گیا جب کہ وہ چہرے پر حیرتوں کا جہان سجائے منہ کھولے اسے دیکھتی رہی۔

''اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں سارے الزام خود پر لے لوں گا تم پر یا تمہارے باپ بھائی پر کوئی آنچ بھی نہیں آئے گی میں خود ہی اس رشتے سے انکار کر دوں گا اور آئندہ کبھی بھی تمہارے رستے میں آنے یا تمہارا راستہ روکنے کی کوشش نہیں کروں گا، خدا حافظ۔''

وہ کہہ کر رخ پھیر کر تیز تیز قدم اٹھاتا چلا گیا اور وہ جو ناسمجھی سی کیفیت میں ساکت سامت کھڑی تھی، اپنی طرف سے وہ زہر میں بجھے تمام تیر اس پر برسا کر آگے بڑھ گیا تھا، اس کے بڑھتے قدموں کو دیکھ کر چونکی تھی، وہ اس پر آگہی کے در وا کرتا اسے پھولوں کے نخلستان میں پھینک کر خود واپس لوٹ گیا تھا، ہر بات واضح ہوتے ہی وہ ان کے پیچھے بھاگی۔

''شاہ زیب شاہ رکیں، پلیز میری بات سنیں۔'' وہ پوری قوت سے چلائی لیکن اس کی رفتار میں کوئی کمی نہ آئی تو وہ بھاگتی ہوئی اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی وہ ایک جھٹکے سے رکا تھا۔

''مم...... مجھے معاف کر دیں آئی ایم سوری، پلیز میری انگوٹھی مجھے واپس کر دیں۔''

اس نے پھولی سانسوں کے درمیان دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑ کر اپنا مطالبہ پیش کیا تو وہ ناسمجھی و حیرانی سے اب سے کچھ دیر پہلے والے ویران اور اداس سے چہرے پر اس وقت کھلتے گلابوں کو دیکھتا رہ گیا۔

''پلیز شاہ زیب شاہ یہ مجھے دے دیں۔''

اس نے اس کی محویت کو توڑا۔

''نہیں، اب یہ انگوٹھی تو میں اسی کو پہناؤں گا جو میری محبت کی قدر کرتی اور اس دنیا میں سب سے زیادہ مجھے چاہتی ہو گی۔'' اس نے سنجیدہ اور ناراض لہجے میں کہا تو وہ نظریں جھکائی ہوئی دھیرے سے بولی۔

''تو پھر مجھے یہ واپس کر دیں کہ اس کی سب سے زیادہ حقدار میں ہی ہوں۔''

''آپ نے شاید غلط سنا ہے شازمہ شاہ صاحبہ میں محبت کی بات کر رہا ہوں نفرت کی نہیں جب کہ آپ ابھی چند لمحوں پہلے اعتراف کر چکی ہیں کہ آپ کو مجھ سے نفرت ہے شدید ترین نفرت۔'' وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولا۔

''ہاں میں نے کہا ہے لیکن جو بھی کہا وہ ایک بہت بڑی غلط فہمی کے تحت کہا جب کہ